

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانِ نثار صحابی ہیں سے
ایک کلیل القلم انتہا الضحاک سیرت، فضائل اور مناقب

محقق
میا عمر ابن شرف عثمان

سیرۃ العلوم

۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی اور کئی بار تجدید ہوئی

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

کتاب	■	حضرت محمد اقدس ابن مسعود علیہ السلام
مؤلف	=	مولانا محمد اشراف عثمانی صاحب
ماہنامہ	=	محمد عالم اشرافی
کچھڑنگ	■	محمد اشراف (راڈ کیپیٹر)
ناشر	=	بیت العلوم - ۲۲۰ محمد رولہ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
		فون: ۷۰۷۷۷۷

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم	=	۲۲۰ محمد رولہ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	■	۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	سویمن روڈ چوک اردو بازار کراچی
دارالاشاعت	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن	=	اردو بازار کراچی نمبر ۲
ادارہ القرآن	=	چوک سبیل کاروان ایسٹ کراچی
ادارہ دارالحدیث	■	ڈاک خانہ دارالعلوم محمدیہ کراچی نمبر ۱۳
مکتبہ دارالعلوم	=	جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۳

﴿فہرست﴾

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	﴿حضرت عبداللہ ابن مسعود﴾	
۷	آپ کا حسب نسب	۱
۷	والدہ کا نام	۲
۸	آپ کی کنیت	۳
۸	حضور اکرم ﷺ کا سب سے پہلا دیدار	۴
۹	آپ کا حلیہ	۵
۱۰	قبیلہ	۶
۱۰	واقعہ قبول اسلام	۷
۱۲	آپ کا شمار سابقین اولین میں	۸
۱۵	ہجرت حبشہ	۹
	﴿حبشہ کی طرف دو ہجرتیں ہوئیں﴾	
۱۶	پہلی ہجرت	۱۰
۱۸	دوسری ہجرت	۱۱
۲۲	تیسری ہجرت	۱۲
۲۳	مواعظ	۱۳
۲۴	آپ کے لیے مکان کا عطیہ	۱۴
۲۵	ایک واقعہ	۱۵
۲۵	آپ کا لباس	۱۶

۲۶	خوشبو کا شوق	۱۷
۲۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اہتمام	۱۸
۲۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی خدمات	۱۹
۲۹	غزوات میں شرکت	۲۰
۳۳	عہدہ قضا	۲۱
۳۹	معزولی	۲۲
۳۹	حضرت ابوذر غفاریؓ کی تدفین میں شرکت	۲۳
۲۲	علامت پھر وفات	۲۳
۳۳	وفات	۲۵
۳۵	اولاد	۲۶
۳۵	روایت حدیث	۲۷
	﴿مناقب﴾	
۳۶	زہد و تقویٰ	۲۸
۳۷	روایت حدیث میں حد درجہ احتیاط	۲۹
۳۸	انداز تقریر	۳۰
۵۲	قرأت میں مسعود رضی اللہ عنہ	۳۱
۵۹	مسئلہ	۳۲
۶۳	اتباعِ جنت کا حال	۳۳
۶۳	آخری جنتی	۳۴
۷۱	خانگی زندگی	۳۵
۷۳	علمی لطیفہ	۳۶
۷۵	درس و تدریس	۳۷

﴿عرض ناشر﴾

الحمد لله وكفى و صلوة والسلام على من لا نبي بعده

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحمۃ للعالمین رحمۃ اللہ علیہ کے ان جلیل القدر صحابہؓ میں سے ایک تھے۔ جنہیں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کچھ حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے سائے میں اپنی ظاہری و باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل کی باریک بینی اور نہایت سچ مسائل میں اعلیٰ درجہ کی بصیرت آپؐ کا وصف خاص تھا۔

در اصل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ لوگ تو حدیث کے حفظ اور اس کی کتابت میں مصروف کار تھے، اور کچھ اصحاب نصوص شرعیہ سے احکام و مسائل کے استنباط و استدلال میں مشغول تھے، اُن کا اوڑھنا بچھونا ہی قرآن و احادیث کو سمجھ کر اُن سے فقہی مسائل کا اخذ کرنا تھا۔ ان حضرات میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا نام سرفہرست ہے۔ آپؓ کی گرانقدر فقہی خدمات کی ہی بنیاد فقہاء اور اہل فن کی نظر میں آپؓ افتخارِ الصحابہ کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔

میرے برادر عزیز محترم جناب مولانا عمران اشرف عثمانی مدظلہ جو شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے بڑے صاحبزادے ہیں اور ماشاء اللہ اقتصادیات اور اسلامی بینکنگ پر بصیرت رکھتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے حالات، سیرت اور واقعات کو بڑے آسان اور سہجی آموز انداز میں جمع کیا ہے۔ اُن کی یہ تالیف مضامین کی شکل میں ماہنامہ ابلاغ میں قسط وار شائع ہو کر مقبول عام ہوتی رہی ہے۔

احقر کی خواہش پر ہیٹ العلوم کو اس کی طباعت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ ہم مولانا
موصوف کے ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں اس کی نہ صرف اجازت عطا فرمائی بلکہ کئی چیزوں
کی طرف رہنمائی بھی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کے اس علمی کام کو اپنی بارگاہ میں قبول و
منظور فرمائے۔ اور اس کے مؤلف، ناشر اور جملہ کارکنان کو صدقہ جاریہ میں شریک
فرمائے۔ آمین۔

احقر محمد عظیم اشرف

خادم الطلاب جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۱۸۰۰۱-۲۰۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿حضرت عبداللہ ابن مسعود﴾

آپ کا نام و نسب

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور والد کا نام مسعود ہے، اور سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابن مسعود بن غافل بن حبیب بن شیح ابن مخزوم بن صہلہ بن کامل بن حارث بن تمیم بن سعد ابن ہذیل ابن درکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن عدنان ”آپ کی کنیت“ ابو عبدالرحمن الہذلی“ ہے۔ اور آپ مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔“ آپ کے والد کا انتقال زمانہ جاہلیت میں ہی ہو گیا تھا۔ البتہ والدہ صاحبہ اسلام لائیں۔

والدہ کا نام

ام عبد ہے اور والدہ کی طرف سے نسب یوں ہے۔ عبداللہ ابن ام عبد بنت وڈ بن سواء بن قریم بن صہلہ بن کامل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی مائی کا نام ہند بنت عبد بن الحارث بن دہرہ بن کلاب اور ان کا تعلق قبیلہ بنی زہرہ سے ہے۔

۱۔ المطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۳ ص ۱۵۰ (المبدین من الہاجرین) مطبوعہ بیروت، دوسرا اعلام الصحاح نمبر ۳ ص ۲۶۱ (مطبوعہ بیروت)۔ ۲۔ فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۰۳۔ ۳۔ طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۰۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ علقمہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری کنیت ابو عبدالرحمن میرے بچہ پیدا ہونے سے پہلے رکھ دی تھی۔ سنا چنانچہ جب آپ کا لڑکا ہوا تو اس کا نام عبدالرحمن رکھا گیا۔ اور اسی طرح آپ کی کنیت والدہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن ام عبد بھی ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے۔^۱

حضور اکرم ﷺ کا سب سے پہلا دیدار

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے بچپاؤں (یا اپنی قوم کے چند لوگوں) کے ساتھ خوشبو کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں مکہ آیا۔ حضرت عباسؓ جو خوشبو اور عطریات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچا وہ اس وقت زمزم کے کنویں کے پاس تھے خریداری کی گفتگو کے لیے ہم بھی وہیں بیٹھ گئے، اتنے میں دیکھا کہ ایک صاحب باب الصفا سے داخل ہوئے، نہایت گورا رنگ جو سرخی لیے ہوئے تھا۔ سامنے کے دانت بڑے چمکیلے، سینہ سے ناف تک باریک بالوں کی دھاری، ہتھیلیاں گوشت سے بھری بھری۔ داڑھی گھنی، سفید لباس میں ملبوس اور چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکدار، دہائی جانب ایک خوبصورت کم عمر لڑکا تھا۔ اور پیچھے ایک خاتون جو اپنے آپ کو ڈھانکے ہوئے تھیں، تینوں حجر اسود کے پاس آئے اور انہوں نے بالترتیب اس کو بوسہ دیا پھر سات مرتبہ بیت اللہ کے گرد چکر لگائے، اس

کے بعد رکن یمانی کے سامنے آکر ہاتھ اٹھائے، تکبیر کی، قیام کیا رکوع کیا، ہم نے مکہ میں یہ نئی بات دیکھی جو بڑی عجیب معلوم ہوئی، ہم حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ابو الفضل! یہ دین ہمارے لیے نیا ہے۔ جس کو ہم نہیں جانتے۔ عباسؓ بولے۔ ”ہاں آپ لوگ اس کو نہیں جانتے ہوں گے، یہ میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہؓ ہیں اور ان کے ساتھ جوڑ کے ہیں وہ علیؓ ابن ابی طالبؓ ہیں اور عورت خدیجہؓ حبیبہؓ خویلدہؓ ہیں۔ جو محمدؐ بن عبداللہؓ کی اہلیہ ہیں۔“

آپ کا حلیہ

آپ کا جسم بہت ہلکا پھلکا تھا اور آپ نحیف الجثہ تھے۔ ابن عتبہ کہتے ہیں عبد اللہ ابن مسعودؓ نحیف الجسم اور چھوٹے قد کے مالک تھے رنگ گندمی مائل تھا اور خضاب نہیں لگاتے تھے۔

اسی طرح امام اعظمؒ ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ ذیلے اور بہت ذکی تھے۔ ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ گندمی رنگ کے تھے۔ بد معلوم ہوتے تھے۔ بہت ہلکا جسم تھا۔

ابن یزیدؒ کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن مسعودؓ کے بال کانوں کے اوپر آتے تھے اور ایسے چپکے ہوتے گویا ان کو شہد سے بنایا گیا ہو اور پیچھے کی طرف سے حضرت ابن مسعودؓ کے بال گردن تک پہنچتے تھے اور جب آپؓ نماز پڑھتے تو اپنے بالوں کو کانوں کے پیچھے کر لیا کرتے تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء، نمبر ۳۶۲۔ ۲۔ سیر اعلام النبلاء، نمبر ۳۶۲۔ ۳۔ تحفہ اہل بیت، صفحہ ۱۵۸۔

نمبر ۳۵۴۔ ۴۔ عبد اللہ ابن مسعودؓ اور ان کی اولاد، ص ۲۹۔ ۵۔ طبقات ابن سعد، نمبر ۳۱۵۸۔

قبیلہ

عرب میں عزت کا بڑا ذریعہ شعر و شاعری تھا۔ قبیلہ کالیڈ رو ہی ہوا کرتا تھا جو اچھے شعر کہتا ہو آپ کا تعلق قبیلہ ہذیل سے ہے اس قبیلہ میں بہت سے شاعر گذرے ہیں۔ آپ کے قبیلے کے شعراء کے اشعار کو مختلف کتب میں جمع کیا گیا ہے ان کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ ان کو درمآدر سا پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام اصمعی نے امام شافعی سے اشعار الہدیین کا درس لیا۔ اس کے علاوہ عرب کا مشہور قبیلہ بنو لہیان بھی قبیلہ ہذیل ہی کی شاخ تھا ان وجوہ سے اس قبیلہ کا معزز قبائل میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی قبیلہ ہذیل سے ہے جب کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی نانی کا نام ہند بنت عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب ہے اور ان کا تعلق بنی زہرہ کے قبیلے سے ہے۔ حضرت عبداللہؓ کے والد مسعود بعد میں قبیلہ بنو زہرہ کے عبد بن حارث بن زہرہ کے حلیف بنے اس لیے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے قبیلہ (ہذیل) کا بنی زہرہ کے حلفاء میں شمار ہوتا ہے۔“ ۱

واقعہ قبول اسلام

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اپنے قبول اسلام کا دلچسپ واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ابتدائی جوانی کی عمر کا لڑکا تھا اور عقبہ ابن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا، (عربوں کی یہ تہذیب بہت قدیم تھی اور برسوں سے چلی آرہی تھی کہ بچہ خواہ اونچے طبقہ کا ہو یا نچلے طبقہ کا، اس سے عموماً بکریاں ضرور چراتے تھے۔ کیونکہ اس سے مبرور

مشقت سہنے کی عادت اور جفا کشی پیدا ہوتی ہے۔ تقریباً تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی بچپن میں بکریاں چرائیں، انہی وجوہ سے حضرت ابن مسعود بھی بکریاں چراتے تھے۔ (کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ تھے اور آپ دونوں مشرکین سے بھاگ کر آئے تھے۔ آپ حضرات نے مجھ سے فرمایا ”لڑ کے! تمہارے پاس کچھ دودھ ہوگا؟ جو ہمیں سیراب کر سکے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ بھیڑیں میرے پاس امانت ہیں۔ اس لیے میں آپ دونوں کو دودھ جنھیں پلا سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جسے زرعے واسطہ نہ پڑا ہو؟“ جی ہاں ہے۔“ چنانچہ ایک ایسی بکری میں آپ دونوں کے پاس لے آیا، حضور ﷺ نے اسے باندھا اور تھن پر ہاتھ پھیرا، اور دعا فرمائی تو تھن دودھ سے بھر گئے اور حضرت ابو بکرؓ ایک ایسا پتھر لے کر آئے جس کے بیچ میں گڑھا تھا انہوں نے اس میں دودھ دھوا۔ یہ دودھ ابو بکرؓ اور میں نے پیا۔ پھر حضور ﷺ نے تھنوں کو حکم دیا ”سکڑ جا! تو دھسکو گئے۔“

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں میں حضور اکرم ﷺ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ مجھے اس دعا کی تعلیم دیجئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔

”اِنَّكَ غَلامٌ مُّعَلِّمٌ“ یعنی ”تم تو تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔“

عبداللہ ابن مسعودؓ کے دل پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا اور آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس قول کے سبب میں نے آپ کی زبان سے ستر سورتیں حفظ کر لی تھیں۔

آپ کا شمار سابقین اولین میں

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا شمار ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے جو السابقون الاولون کہلاتے ہیں یعنی جو بالکل شروع میں اسلام لے آئے تھے چونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس وقت اسلام لائے جب صرف پانچ افراد مسلمان ہوئے تھے اور جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اسلام لائے تو ان کو ملا کر اسلام لانے والے چھ ہو گئے تھے اس لیے خود حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے چھٹا مسلمان دیکھا ہے۔ جبکہ ہمارے علاوہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تھا۔

وہ صحابہ جو السابقون الاولون کہلاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس سے ان حضرات کی عظمت صاف ظاہر ہوتی ہے اور ان کے لیے اس آیت میں جنت کی بشارت بھی ہے۔

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِأِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأُغْفِرَ لَهُمْ جَنَابَتِ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

”اور جو پہلے ہجرت اور انصار (ایمان لانے میں سب امت سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے

راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے بارگہ قرار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“
(سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰، پارہ نمبر ۱۱ ترجمہ ماخوذ از معارف القرآن جلد چہارم)

اسی طرح ایک روایت میں یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ ”حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور اکرم ﷺ کے دارالارقم میں داخلے سے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے۔“

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہی کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں اعلانیہ قرآن شریف کی تلاوت کی اور آواز بلند لوگوں کے سامنے قرآن پڑھا ورنہ اس وقت تک صحابہ و کرام ٹھپ ٹھپ کر اور آہستہ قرآن شریف پڑھتے تھے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ صحابہؓ جمع ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ اب تک قرآن کو قریش نے بالکل نہیں سنا اور کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو اس پر خطر فحش کو پورا کرے اور قریش کے سامنے بلند آواز سے قرآن پڑھے اور وہ سنیں، تاکہ اس سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہو سکے۔

دارالارقم: یہ حضرت ارقم ابن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کا مکان تھا یہ صحابی ہیں جن کا شمار بھی ساتھیین اولین میں ہوتا ہے ان کا مکان حجازی کے لوہے کا واقع تھا۔ جب مسلمانوں کو قریش نے نارا و عداوت وغیرہ کی آزادی نہ تھی اور کفار مکہ حرم شریف میں نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے تو مسلمانوں نے حضرت ارقم کے گھر میں جمع ہو کر نماز پڑھنا شروع کیا تھا لیکن جب حضرت عمر فاروق اسلام لائے تو مسلمانوں کو مکمل آزادی ہو گئی۔ پھر صحابہ جہاں جی چاہے نماز پڑھتے تھے۔

اس پر فوراً عبداللہ ابن مسعود کھڑے ہوئے اور کہا کہ ”خدا کی قسم اب تک قریش نے قرآن نہیں سنا اور میں جا کر ان کو قرآن سناؤں گا۔ صحابہ کرام نے جب یہ سنا تو کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہیں کفار کچھ کر نہ دیں ہم چاہتے ہیں کہ ایسا آدمی ان کو جا کر قرآن سنائے جس کا قبیلہ اور خاندان بڑا ہو اور اس کا قبیلہ اس کی حمایت کرے تاکہ وہ ان مشرکین کے دستِ ستم سے محفوظ رہیں اور کفار اس کو مار نہ سکیں۔

لیکن عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ ”نہیں، میں ضرور جاؤں گا اور ان کے سامنے زور سے قرآن پڑھوں گا تاکہ وہ سنیں۔ چنانچہ اگلے دن چاشت کے وقت جب کفار ایک جگہ جمع تھے آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں زور سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَکْبَرُ الْعِلْمِ الْقُرْآن سے پڑھنا شروع کر دیا۔ کفار نے آپ کو مڑ کر دیکھا اور آپس میں کہنے لگے کہ آج یہ ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟ اور سب سننے لگے، ایک آدمی بولا کہ یہ تو اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔ جس کو محمدؐ لے کر آئے تھے۔ کفار کا یہ سننا تھا کہ فوراً حضرت عبداللہؓ پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کر دیا اور اس قدر مارا کہ چہرہ ورم کر آیا۔

لیکن کفار کی اس اذیت رسائی سے آپ کے اندر اور جوش و جذبہ پیدا ہوا اور آپ ان کے مارنے کے باوجود مسلسل قرآن پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کو بھتنا پڑھنا تھا پڑھ کر واپس صحابہ کرام کے پاس آئے۔ صحابہؓ نے آپ کے چہرہ پر ضربات کے آثار دیکھے تو کہا کہ ”اسی لئے ہم ڈرتے تھے کہ کہیں تمہیں مارنے نہ لگ جائیں۔“ آپ نے کہا کہ اب تو اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں کے سامنے میرے لیے قرآن پڑھنا اور آسان ہو گیا ہے اور اگر تم چاہو تو کل میں پھر اسی طرح ان کے مجمع میں جا کر قرآن

کریم کی تلاوت کروں۔ لوگوں نے کہا ”بس اس قدر کافی ہے کہ جس کا سنا وہ ناپسند کرتے تھے۔ اس کو تم نے بلند آواز کے ساتھ ان کے کانوں تک پہنچا دیا۔“

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات خاص رفقاء اور وزراء عطاء کیے جاتے ہیں۔ مگر مجھے چودہ دیئے گئے اور وہ یہ ہیں۔ ”حمزہ، ابو بکر، عمر، عثمان، علی، جعفر، حسن، حسین، عبداللہ ابن مسعود، ابوذر، مقداد، حذیفہ، عمار اور سلمان فارسیؓ (رضی اللہ عنہما)

ہجرت حبشہ

مشرکین کے ظلم و استبداد کی جب کوئی حد نہ رہی اور مشرکین نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو وہ متفقہ طور پر مسلمانوں کو ایذا پہنچانے پر تل گئے اور طرح طرح سے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تاکہ جو مسلمان نئے نئے اسلام لائے ہیں اسلام سے پھر جائیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

﴿تفرقوا فی الارض فان اللہ سيجمعکم﴾

”تم زمین پر پھیل جاؤ“

(یعنی چلے جاؤ) عنقریب اللہ تمہیں جمع کرے گا..... صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے عرض کیا کہ ”ہم کہاں جائیں؟“ تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا ”وہاں“ اور اشارہ حبشہ کی زمین کی طرف تھا۔

حبشہ کے فرمانروا کو نجاشی کہتے تھے اور اس کے عدل و انصاف کی شہرت تھی

۱۔ اسد اللایۃ نمبر ۳۳ ص ۳۵۷۔ ۲۔ سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۸۲۔ ۳۔ أخرجه الترمذی فی النصاب ۳۷۸۔ ۴۔ وقیر کثیر انواء و حریف۔ ۵۔ بیہقون الاربع نمبر ۱۳۳۔

صحابہ کرامؓ جاننا ان اسلام تھے وہ ہر طرح سے تکلیف جھیل سکتے تھے اور پھر بھی ان کا پیانا صبر لبریز نہ ہوتا لیکن مکہ مکرمہ میں رہ کر فرائض اسلام کا آزادی سے بجالانا ممکن نہ تھا اسی سبب سے حضورؐ نے ہجرت حبشہ کا حکم فرمایا تھا۔

﴿حبشہ کی طرف دو ہجرتیں ہوئیں﴾

پہلی ہجرت

اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں، سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت عثمان غنیؓ ہیں آپ کے ساتھ حضرت رقیہؓ جو آپ کی زوجہ محترمہ اور آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی ہیں انہوں نے بھی ہجرت کی۔ وہ چار عورتیں جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں، (۱) رقیہ بنت ابی سلمہؓ، (۲) سہلہ بنت سہلؓ (زوجہ ابو حذیفہ ابن عتبہ)، (۳) ام سلمہؓ بنت ابی امیہ (زوجہ ابی سلمہ)، (۴) لیلیٰ بنت ابی شممہ (زوجہ عامر بن ربیعہ)۔

اور گیارہ مرد حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) حضرت عثمان غنیؓ (۲) عبدالرحمن بن عوفؓ (۳) زبیر بن العوامؓ (۴) ابو حذیفہ بن عتبہؓ (۵) مصعب بن عمیرؓ (۶) ابو سلمہ بن عبد اللہؓ (۷) عثمان بن مظعونؓ (۸) عامر بن ربیعہؓ (۹) سمیل بن بیضاءؓ (۱۰) ابوبکر بن ابی رہم العامریؓ یا حاطب بن عمرو العامریؓ (۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما)

حبشہ کے مہاجرین انہوں کی تعداد اور ان کے تعین میں اختلاف ہے، شروع

کے نو افراد میں تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ شریک ہجرت رہے البتہ واقعہ کی فرماتے ہیں کہ بقیہ تین افراد بھی شریک رہے ہیں اور ان کے نزدیک ابوسہرہ (جو دسویں نمبر پر ہیں) کے علاوہ حاطب بن عمرو بھی شریک ہجرت تھے اس طرح ان کے نزدیک شرکاء کی تعداد بارہ ہو جاتی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے شرکاء ہجرت کی تعداد گیارہ بتائی ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ ابن اسحاق نے مردوں میں دس آدمیوں ہی کا نام لیا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود کے متعلق وہ یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ ہجرت اولیٰ میں نہیں بلکہ ہجرت ثانیہ میں شریک تھے اور دسویں فرد کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ابو سہرہ ہیں یا پھر حاطب بن عمرو ہیں۔

(فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۹۔)

لیکن ابن سعد نے انہی تمام مہاجرین کا نام لیا ہے جن کو واقعہ کی ذکر کیا ہے (یعنی مذکورہ اسماء میں سے تمام حضرات جو بارہ بنتے ہیں) اور ان میں عبداللہ بن مسعود کو بھی شامل کیا ہے۔

(طبقات ابن سعد ج نمبر ۳ ص ۱۵۱)

اور طبقات ابن سعد میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی ہیں۔ ان دو ہجرتوں کا واقعہ یہ ہے کہ جب حبشہ میں جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں مقیم ہو گئے تو کچھ عرصہ کے بعد حبشہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے ہیں، جب یہ خبر وہاں پہنچی تو سب مہاجرین نے واپس مکہ مکرمہ کی طرف رخ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن جب مکہ مکرمہ پہنچے تو پتہ چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔

(فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۹) ۱۔

اس لئے بعض تو فوراً حبشہ چلے گئے اور بعض چھپ چھپا کر مکہ آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود چھپ کر مکہ آئے اور چند دن قیام فرما کر دوسری بار پھر حبشہ کی طرف ہجرت کر لی۔

دوسری ہجرت

اس دفعہ مشرکین نے پہلے سے زیادہ ستانا شروع کیا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی دوسری ہجرت میں مہاجرین کی تعداد اسی (۸۰) افراد سے زائد تھی۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

«بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی ثمانین رجلاً انا و جعفر و ابو موسی و ابن ہشام و عبداللہ بن عرفطہ و عثمان بن مظعون و یثت قریش عمر و بن العاص و عمارہ بن الولید بہدیۃ فقدم علی النجاشی فلما دخلا سجداً ثم ابتراہ عن یمنہ و

عن شمالہ ثم قال لہ: ان نفراً من بنی عمناء نزلوا

۱۔ اس افواہ کے پھیلنے کا بعض مورخین نے یہ سب بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ حرم کی شریف میں سورہ وانجم کی آخری آیات کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین مکہ بھی وہیں تھے آپ اُنہیں ہم فلاںات واللہ عزی پڑھتے ہوئے اس سورہ کے مقام جدد پر پہنچے اور آیت جدد تلاوت کرنے کے بعد جدد میں چلے گئے چونکہ کجیل آیت میں لات اور عزنی کا نام آیا تھا اس لیے مشرکین بھی حضور کے ساتھ جدد میں چلے گئے اور یہ بات مشہور ہو گئی کہ تمام مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ (فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۱۸۹)۔

ارضك و رغبوا عنا و عن ملتنا، قال "فأين هم؟" قال:
 "هم في ارضك" فابعث اليهم، فبعث اليهم، فقال
 جعفر انا خطيبكم اليوم فاتبعوه، فسلم ولم يسجد،
 فقالوا له مالك لا تسجد للملك؟ قال أنا لا نسجد إلا
 الله عز وجل قال، وما ذلك؟ قال، ان الله عز وجل بعث
 الينا رسوله صلى الله عليه وسلم و امرنا أن لا نسجد
 لاحد الا الله عز وجل و امرنا بالصلوة والزكاة، قال
 عمرو بن العاص: فانهم يخالفونك في عيسى بن
 مريم، قال ما تقولون في عيسى بن مريم، واقه، قال
 نقول كما قال الله عز وجل: هو كلمة الله و
 روحها نفاها الى العذراء البتول التي لم يمسه بشر و
 لم يفرضها ولد، قال: فرقع عوداً من الارض ثم قال يا
 معشر الحبشي القسيسين والرهبان والله ما يجدون
 على الذي نقول فيه ما يسوي هذا مرجباً بكم و بمن
 جثتم من عنده اشهد أنه رسول الله فانه الذي تجد في
 الانجيل وانه الرسول الذي بشره عيسى بن مريم انزلوا
 حيث شئتم و الله لو لا ما أنا فيه من الملك لأتيته حتى
 أكون أنا احمل نعليه وأوضيه، و امر بهدية الآخرين

فردت الیہما۔

۱۱ حضور ﷺ نے ہم اسی ۸۰ افراد کو نجاشی (فرمانروائے حبشہ) کے پاس بھیجا میں، جعفر، ابو موسیٰ، ابن ہشام، عبداللہ بن عرفطہ اور عثمان بن مظعون وغیرہ تھے اور قریش نے عمرو بن العاص (جواب تک اسلام نہ لائے تھے) اور عمارۃ بن الولید کو ہدیہ دے کر حبشہ بھیجا تو وہ دونوں نجاشی کے پاس آئے جب اس کے پاس پہنچے تو اس کو سجدہ کیا اور دونوں جلدی جلدی کر کے ایک نجاشی کے دائیں اور دوسرا بائیں بیٹھ گیا پھر اس سے کہا: کہ بے شک کچھ قوم ہمارے چچا زادوں میں سے تمہارے ملک میں آگئی ہے جس نے ہمارے مذہب کو چھوڑ دیا ہے، نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ آپ کے وطن میں ہیں ان کو بلوانے کے لیے کسی کو بھیجئے تو نجاشی نے ان کو بلوایا (جب وہ آگئے تو) جعفر نے کہا کہ، آج کا خطیب میں ہوں تو تمام مسلمانوں نے ان کی بات مان لی تو جعفر نے بادشاہ کو سلام کیا لیکن سجدہ نہ کیا لوگوں نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ ہم سوائے اللہ عزوجل کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے، انہوں نے پوچھا کیوں نہیں کرتے؟ تو جعفر نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنے رسول کو

بھیجا ہے اور ہمیں حکم دیا کہ کسی کے لیے سوائے اللہ کے ہم سجدہ نہ
 کریں اور ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا بھی حکم دیا، عمرو بن
 العاصؓ نے کہا کہ یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) حضرت عیسیٰ ابن مریم
 کے بارے میں تمہاری مخالفت کرتے ہیں نہاشی نے کہا تم لوگ
 عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ: ہمارا
 کہنا وہی ہے جو اللہ کا فرمان ہے کہ وہ (عیسیٰ) اللہ کی روح ہیں
 اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ جس کو اللہ نے کنواری مریم (جس کو دنیا کی
 کوئی رغبت نہ تھی) اور جس کو کسی انسان نے نہ چھوا تھا پر نازل
 کیا۔ نہاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا پھر کہا اے حبشہ کی قوم،
 اے علماء و مشائخ و صوفیاء! تم کیا کہتے ہو؟ مجھ کو تو جعفرؓ نے جو کچھ
 کہا برا معلوم نہیں ہوتا اور حضرت جعفرؓ سے کہا مر حبا ہے تم کو اور جو
 تمہارے ساتھ آئے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے
 رسولؐ ہیں اور یہ وہی ہیں جن کو ہم انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہ
 ہی رسولؐ ہیں جس کی عیسیٰ ابن مریم نے بشارت دی تھی تم لوگ
 جہاں چاہے رہو اور خدا کی قسم اگر میں بادشاہ نہ ہوتا تو میں ان
 کے (حضور ﷺ) پاس ضرور آتا۔ اور ان کے جوتے اٹھاتا اور
 ان کو وضو کراتا اور دوسرے (یعنی مشرکین) لوگوں کے ہدیہ
 واپس کرنے کا حکم دیا تو ان ہدیوں کو لوٹا دیا گیا۔

تیسری ہجرت

اوپر مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعداد کے اضافہ کے ساتھ مصائب اور تکالیف میں بھی اضافہ ہونے لگا، یہاں تک کہ مشرکین مکہ کے خاص خاص لوگوں کے مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ حضور ﷺ کو قتل کر دیا جائے، تاکہ تمام مسلمانوں کا زور ٹوٹ جائے۔ چونکہ مشرکین مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ سے بے حد پریشان تھے۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد کوئی فیصلہ کر کے اس پر عمل کیا جائے ورنہ جب مسلمان زیادہ ہو جائیں گے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے، ان تمام وجوہ سے انہوں نے مسلمانوں کے مصائب میں بے حد اضافہ کر دیا۔

تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دے دیا۔ تاکہ بلا مزاحمت دین کے احکام ادا کر سکیں۔ چنانچہ جب جب صحابہ کرام کو موقع ملا چھپ چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر لی اور حضور ﷺ نے خود بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

جب تمام مسلمانوں کے ہجرت کی خبر جوشہ پہنچی تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ چونکہ وہیں تشریف رکھتے تھے انہوں نے بھی ہمیشہ کے لیے مدینہ منورہ کو مأمن و مسکن بنانے کا ارادہ کر لیا اور ہجرت کر کے ایسے وقت مدینہ پہنچے کہ غزوہ بدر بالکل تیار تھا۔ یہاں تک کہ اس میں شریک ہوئے اور جنت کی خوشخبری حاصل کی۔ اور بقیہ مہاجرین حبشہ میں سے تقریباً تیس سے زائد صحابہ کرام مکہ پہنچے۔

ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو تین

ہجرتیں کرنے کی فضیلت حاصل ہے یہ وہ ہجرتیں ہیں جو آپؐ نے صرف اسلام کی خاطر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کی ہیں۔ اسی وجہ سے آپؐ کو ذو ہجرات ثلاثہ (یعنی تین ہجرتوں والے) کہا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے

کہ:

﴿كُنَّا نَسْلَمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بَصُلَى
فَبَرَدَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ،
فَلَمْ يَبْرُدْ عَلَيْنَا، فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا كُنَّا نَسْلَمُ عَلَيْكَ
فَتَبْرُدُ عَلَيْنَا؟ قَالَ: "إِنْ فِي الصَّلَاةِ شُغْلٌ لِيَ"﴾ (رواہ البخاری)
”ہم حضور ﷺ کو حالت نماز میں سلام کرتے تھے۔ تو آپؐ ہم کو
جواب (جواب سلام) دیتے تھے لیکن جب ہم نجاشی کے پاس
سے لوٹے اور ہم نے بحالت نماز حضورؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے نماز
میں جواب نہیں دیا۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپؐ کو
سلام کرتے تھے تو آپؐ ہمیں جواب دیتے تھے؟ تو آپؐ نے
فرمایا کہ نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔ (یعنی نماز کی مشغولیت کی
وجہ سے اب نماز میں سلام کا جواب دینا جائز نہیں رہا۔)“

مواخات

مہاجرین جب مکہ مکرمہ سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے رشتہ داروں اور

عزیز واقارب کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات (یعنی بھائی بنالینا) کا حلق قائم کر دیا تھا۔

انصاری صحابہؓ نے اس موقع پر ایثار کی عجیب و غریب مثالیں قائم فرمائیں۔ انصاری بھائی اپنے مہاجر بھائی کو اپنے تمام سامان کا آدھا حصہ دے دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض انصاری صحابہؓ نے یہ بھی کیا کہ ان کے پاس دو بیویاں تھیں تو انہوں نے ایک کو طلاق دے کر دوسرے بھائی (مہاجر) کے نکاح میں دے دیا۔

کئی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے درمیان مواخات قائم فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے یہاں قیام کیا۔

آپ کے لیے مکان کا عطیہ

جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعودؓ کو رہائش کے لیے زمینیں عطا کی تھیں۔ جو مسجد نبویؐ سے متصل مسجد کی پشت پر واقع تھیں اور بنو ہرہ کے افراد کو بھی کچھ زمینیں عطا کی تھیں جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی زمین سے متصل تھیں اور آپؓ نے ان زمینوں کے درمیان حد بندی کر دی تھی۔

ایک دفعہ بنی ہرہ کے قبیلے کے کسی فرد نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے کہا

ابن بخاری شریف باب اتحاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المہاجرین والانصار (تکلیف النہادی ص ۱۱۲)۔

بنی طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۱، و ۱۵۲۔ بنی طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۲۔ (روایت متباہ ابن مسعود)۔

کہ اے ابن عباس! ہم سے دور چلے جائیں (اور یہاں نہ رہیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں؟۔۔۔ کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کو برکت نہیں دیتا جو ضعیف کو اس کا حق نہ دے۔“

ایک واقعہ

حضرت ام موسیٰؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعودؓ کو مسواک لانے کے لئے درخت پر چڑھنے کا حکم فرمایا، جب آپ چڑھے تو صحابہ کرام آپ کی پتلی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا ”تم ایسے شخص (یعنی ابن مسعود) پر ہنستے ہو حالانکہ ان کی پنڈلیوں کا وزن قیامت کے دن میزانِ عدل پر جبلِ احد سے بھاری ہوگا۔“

آپ کا لباس

آپ کا لباس انتہائی سادہ لیکن نہایت ہی صاف ستھرا ہوا کرتا تھا اور عموماً آپ سفید کپڑے پہنا کرتے تھے۔ حضرت نفع جو حضرت ابن مسعودؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ فرماتے ہیں:

«كَانَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ مَسْعُودٍ مِنَ الْخَوَرِ النَّاسِ ثَوْبًا أبيضاً،

مِنْ أَصْطَبِ النَّاسِ رِيحًا»

عربی: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی کیمت تھی۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۶۔ بروایت یحییٰ ابن جعدۃ (المعنی فی بیروت) ج ۱ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۵

۲۔ المعنی بیروت۔

”عبداللہ ابن مسعود لوگوں میں بہترین تھے۔ سفید کپڑوں کو پہننے کے اعتبار سے، اور اچھی خوشبو لگانے کے اعتبار سے“

خوشبو کا شوق

بہت سی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو خوشبو کا بہت شوق تھا اور اگر کوئی آپ کو کسی وجہ سے نہ دیکھ سکتا تو وہ آپ کو آپ کے خوشبو لگانے کی وجہ سے پہچان لیا کرتا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

﴿كان عبد الله يعرف بالليل هريج الطيب﴾

”حضرت عبداللہ ابن مسعود کو رات میں خوشبو کے جھونکے کے سبب پہچان لیا جاتا تھا۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اہتمام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تقریر فرما رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا کہ ”بیٹھ جاؤ“ حضرت ابن مسعود اس وقت دروازہ تک پہنچے تھے انہوں نے جب یہ سنا تو اپنے آقا کی تعمیل ارشاد میں فوراً وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابن مسعود وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے ہیں۔ تو آپ نے کہا ”تعال یا عبد اللہ بن مسعود“ یعنی اے ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم آگے آ جاؤ۔

(رواہ ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی خدمات

حضرت ابن مسعودؓ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی خصوصی خدمتیں آپ کے سپرد تھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”کان عبد اللہ یلبس رسول اللہ نعلیه ثم یمشی أمامه بالعصا حتی اذا اتی مجلسه نزع نعلیه فادخلهما فی ذراعیہ فأعطاه العصا فاذا اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم البسه نعلیه ثم مشی بالعصا أمامه حتی یدخل الحجرة قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔“

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر عصا لے کر ان کے آگے چلتے۔ یہاں تک کہ مجلس آ جاتی تو دونوں جوتے اتار کر بغل میں دبا لیتے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تو آپ کو (آپ کے) دونوں جوتے پہناتے پھر عصا لے کر آپ کے آگے چلتے۔ یہاں تک کہ حجرۂ رسول میں حضورؐ سے پہلے داخل ہو جاتے۔“

ابو اسحاق نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے۔ آپؐ سو جاتے تھے تو نماز کے لیے بیدار

کرنے کی خدمت ابن مسعود کے سپرد تھی اور جب آپ سفر میں تھا ہوتے تو ہتھیار سے مسلح ہو کر آپ کے ساتھ رہتے۔

مسلم شریف کی ایک اور روایت ہے جس سے آپ سے آپ کے تقرب کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذناك على أن

ترفع الحجاب وإن تستمع سوادى حتى أنبأك﴾

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے تمہیں

اجازت ہے کہ (حجرہ کا) پردہ اٹھاؤ اور میری راز کی باتیں سنو

یہاں تک کہ میں تمہیں منع نہ کروں۔“

حضرت ابن مسعود کی ان خدمات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ اسی لئے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی

اجازت دے دی تھی، کہ میرے رازوں اور خاص خاص پوشیدہ باتوں کو تم پردہ اٹھا کر

سن سکتے ہو جب تک کہ میں منع نہ کروں، انہی وجوہ کے پیش نظر آپ کو صاحب سواد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رازدار) بھی کہا جاتا

ہے۔

اسی وجہ سے بعض حضرات جو نئے نئے مسلمان ہوئے تو جب وہ آپ کو اس

قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے اندر باہر آتے جاتے دیکھتے تو وہ حضرت

ابن عبداللہ ابن مسعود اور ان کی فہم، مطیع، مددگار، محققین (اور دور) ذاکر خلیفہ رضی اللہ عنہ وسلم ۲۰:۲۷۷ اور نقلہ الامام

امداد بن جہل فی سندہ (ج ۵، ص ۲۵۲ الحج مصر)۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سمجھنے لگتے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعرثی سے روایت ہے کہ جب میں اپنے بھائی کے ہمراہ یمن سے مدینہ آیا تو شروع شروع میں میں یہ سمجھا کہ ابن مسعود اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ابن مسعود اور ابن مسعود کی والدہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امد رآنے جاتے دیکھ کر یہ شبہ ہوا کہ آپ اہل بیت میں سے ہیں۔“

غزوات میں شرکت

اسلام کے فرائض اور اعمال میں جہاد کا مقام کسی مسلمان سے مخفی نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود اگرچہ جسمانی طور پر کمزور اور نحیف الجشہ تھے۔ لیکن ہر جنگ اور ہر غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور اس کا بڑا عظیم میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے حالات کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”میں جنگ (بدر) میں کسی صف میں کھڑا تھا اچانک میری دائیں اور بائیں نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ عفراء کے دو بیٹے معاذ اور منقذ میرے دائیں بائیں کھڑے ہیں اور یہ کم عمر لڑکے نظر آتے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی نے مجھ سے کہا: ”چچا! کیا آپ ابو جہل ابن ہشام کو جانتے ہیں؟“ تو میں نے کہا ”ہاں! میں جانتا ہوں۔“ لیکن میرے بھتیجے! تمہیں اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟“ انہوں نے کہا ”ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ (یعنی ابو جہل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے۔ پس خدا کی قسم اگر میں ابو جہل کو دیکھوں گا تو اسے قتل کر دوں گا۔ چاہے بعد میں خود ہی

مر جاؤں“ اسی طرح دوسرے لڑکے نے بھی مجھ سے یہی کہا اور ابو جہل کے بارے میں سوال کیا، اچانک میری نظر ابو جہل پر پڑی تو میں نے کہا ”یہی ہے وہ ابو جہل جسے تم مارنا چاہتے ہو۔“ وہ دونوں جلدی جلدی تلوار لے کر بھاگے اور اس کو تلوار سے مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا“ ابیہ دونوں بچے عفرہ کے بیٹے تھے۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو ابو جہل کی خبر لائے؟“ حضرت عبداللہ ابن مسعود فوراً ابو جہل کو دیکھنے چل دیئے یہاں تک کہ اس کو زمین پر گرا ہوا دیکھا، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ”میں نے دیکھا کہ اس کے اندر زندگی کی آخری رمق باقی تھی تو میں نے اس کی داڑھی پکڑی اور کہا کہ ”تم ہی ہونا ابو جہل؟“ اور میں نے اپنے پیر اس کی گردن پر رکھ دیئے۔ عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ میں اُس نے مجھے پکڑ کر خوب گھونسے مارے تھے، پھر میں نے اس سے کہا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا“ کہنے لگا: میں کیوں رسوا ہوتا؟ کیا قوم نے کبھی مجھ سے بڑا آدمی قتل کیا ہے؟ عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور میں اس کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا اور میں نے عرض کیا کہ یہ دشمن خدا ابو جہل کا سر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہو کر فرمایا: ”اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں؟“ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے قسم کھا کر ابو جہل کے قتل ہونے کا یقین دلایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کا ہاتھ تھاما اور اس طرف چل دیئے۔ جہاں ابو جہل کو قتل کیا گیا تھا۔ جب اس جگہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی

(ابو جہل کی) لاش کے پاس کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ یہ کلمات ادا فرمائے: "اللہم
 لئلا یذی أحدنا الإسلام واهله"۔ یعنی میں اللہ عزوجل کی حمد کرتا ہوں جس نے
 اسلام اور اہل اسلام کو عزت بخشی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اور بہت سے
 کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابو جہل جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور
 کافروں کا سردار تھا۔ اس کو قتل کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو جہل
 نے یہ بھی کہا تھا کہ "کاش مجھے کھیتی باڑی کرنے والے کے علاوہ کوئی دوسرا قتل کرتا۔" صحیح
 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے علاوہ غزوہ أحد، خندق،

خیبر نیز فتح مکہ وغیرہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ صحیح
 اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ جنگ یرموک
 میں بھی شریک ہوئے۔ جو شام کو فتح کرنے کے لیے ۱۵ھ میں لڑی گئی۔ صحیح

جنگ أحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتقال کی غلط خبر پھیلنے سے مایوسی
 کے نتیجے میں جو افراد فزری پھیل گئی تھی، اس وقت بھی حضرت عبداللہ ابن مسعود ثابت
 قدم رہے اور آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ ۵۔

غزوہ خین میں جب مسلمانوں میں بھکڑ مچ گئی تو سوائے حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کے اور اسی (۸۰) صحابہ کے بقیہ دس ہزار کی جماعت پیچھے ہٹ گئی۔ حضرت
 ابن عباس تمام واقعات فتح الباری ج نمبر ۷ ص ۲۹۵، اور بحوالہ الاثر ج نمبر ۱ ص ۳۱۳ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ صحیح مشکوٰۃ
 ج نمبر ۲ باب قسمہ الثانی ص ۳۵۲۔ صحیح ابن سعد ج ۲ ص ۱۵۲۔ صحیح اسد الغابہ ج نمبر ۳ ص ۳۵۶۔ ۵۔ نزاد
 ابن حبان "عبداللہ ابن مسعود اور ان کی فتہ" ص ۵۸۔

عبداللہ ابن مسعود ان اسی (۸۰) صحابہ میں سے تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم تقریباً اسی (۸۰) قدم پیچھے ہٹے ہوں گے پھر ہم اپنی جگہ ثابت قدم ہو گئے اور دیوانہ وار لڑنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بغلہ (فخر) پر سوار تھے۔ وہ آپ کو لے کر چل رہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی طرف جھکے تو میں نے سبب دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”مجھے ایک مٹھی خاک اٹھا کر دے دو۔“ میں نے اٹھا کر دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی کفار کی طرف پھینک دی اور ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: کہ ”مہاجرین اور انصار کہاں ہیں؟“ میں نے اشارہ سے بتایا کہ وہ وہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو پکارو، میں نے ان کو زور سے پکارا تو وہ ہاتھ میں تلواریں لئے ہوئے آگئے اور وہ یکا یک مشرکین پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے، ان کی تلواریں ایسی چمک رہی تھیں جیسے بادل میں بجلی چمکتی ہے۔ اس موقع پر مشرکین بھاگ اٹھے اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی۔

غزوہ حنین سے قبل حضرت عبداللہ ابن مسعود صلح حدیبیہ میں بھی شریک رہے، آپ اس کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے واپس آرہے تھے تو ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریتلی زمین پر پڑاؤ ڈالا، چونکہ سب تھکے ہوئے تھے اس لئے جب سونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”فجر تک ہمارے لیے کون پہرے داری کریگا؟“ اور ہمیں فجر کے وقت کون بیدار کرے گا؟ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو بیدار کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُن سے فرمایا کہ کہیں تم سو نہ جاؤ؟“ (لیکن حضرت بلال نے پھر بھی پہرہ داری کی) یہاں تک کہ سارا قافلہ سو گیا چونکہ حضرت بلال بھی تھکے ہوئے تھے اس لئے ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ اس وقت سب لوگ بیدار ہو گئے اور حضور بھی بیدار ہوئے اس لئے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے جماعت کر کے قضا پڑھ لی۔

اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک (اونٹنی) گم ہو گئی۔ تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسے ڈھونڈنے گیا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئی۔ میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں خوشی خوشی سوار ہوئے اور قافلہ روانہ ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وحی نازل ہوتی تو وہ وقت آپ پر بہت شدید مشقت کا ہوتا تھا۔ آپ کی اس شدت اور مشقت کے سبب ہم یہ سمجھ جایا کرتے تھے کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم روانہ ہوئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پیچھے رہ گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے الگ اور پیچھے ہو گئے ہیں۔ ورنہ عموماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے آگے ہوا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو کپڑے سے ڈھانپ لیا ہے اور وہ اس وقت مشقت میں بھی تھے۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس وقت تک آپ کی وہ مشقت ختم ہو گئی تھی اور آپ نے ہمیں وحی کے نازل ہونے کی خبر دی کہ وحی میں یہ آیت اتری ہے۔

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا﴾

عہدہ قضا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت (۲۰ھ) میں آپ کو فہ کے قاضی مقرر کئے گئے۔ عہدہ قضا کے علاوہ خزانہ کی نگرانی اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور والدہ کی وزارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمان تفری آپ کو دیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:-

﴿إِنِّي بَعَثْتُ إِلَيْكَ عِمَارَ بْنَ يَاسِرٍ أَمِيرًا وَابْنَ مَسْعُودٍ مُعَلِّمًا وَوَزِيرًا وَفَدَ جَعَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ عَلَى بَيْتِ مَالِكُمْ وَإِنَّهُمَا لَمِنَ النَّجِيَاءِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، فَاسْمَعُوا لَهُمَا وَاطِيعُوا وَاقْتَدُوا بِهِمَا وَفَدَ أَثَرُكُمْ بَابِي أُمِّ عَبْدِ عَلَى نَفْسِي﴾

”بیشک میں عمار بن یاسر کو امیر بنا کر اور ابن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور میں نے ابن مسعود کو تمہارے بیت المال کا نگران بھی مقرر کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کا شمار صحابہ کرام کے شرفاء اور اہل بدر میں ہے۔ لہذا تم ان کی بات سنو اور اطاعت کرو اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے تم کو ابن ام عبد (عبد اللہ ابن مسعود) کے معاملے میں خود اپنے اوپر ترجیح دی

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۱۹۵، حدیث نمبر ۴۲۲۱ (مطبوعہ مصر) ۲۔ الاستیعاب لمقامی بالاصحاب فی تہذیب الصحابہ لکھد الثانی ص ۳۲۳ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۔

ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ مجھے خود ان کی ضرورت تھی۔ لیکن میں

نے اشارہ کر کے انہیں تمہارے پاس بھیجا ہے۔“

حضرت ابن مسعود مکمل دس سال تک بڑی خوش اسلوبی اور نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں لگے رہے اس دوران خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلافتِ ثالثہ کی مسند پر تشریف فرما ہوئے۔ انہوں نے بھی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو انہی ذمہ داریوں پر برقرار رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سپرد فرمائی تھیں۔ اگرچہ اس دوران امارتِ کوفہ کے منصب میں عوام کی شکایات و احتجاج پر تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عہدہ قضاء برقرار رہا۔ کیونکہ آپ نے فرائض ایسے حسن و خوبی سے انجام دیئے اور آپ نے ایسے احتیاط اور انصاف سے کام لیا کہ آپ سے کسی کو کوئی شکایات پیدا نہ ہوئی۔

فطری رحم دلی نرمی اور تلطف کے باعث عقود و رگزر و چشم پوشی ان کا مخصوص شیوہ تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ عدالت میں کسی مجرم پر کوئی جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ نرمی و درگزر سے پیش آنا اور حقیقت نظام حکومت کے ارکان و اساطین کو متزلزل کر دینا ہے۔ اس بناء پر وہ اثبات جرم کے بعد اپنی طبعی نرمی و شفقت کے باوجود قانون عدالت کے اجراء میں کبھی دریغ نہ فرماتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بھتیجے کو شراب پینے کے جرم میں پیش کیا۔ حضرت عبداللہؓ نے تحقیقات کے بعد حد جاری کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن جب دڑے بڑنے لگے تو اس کا دل رحم و شفقت سے بھر آیا اور منت و ساجت کے ساتھ سفارش

کرنے لگا، انہوں نے غضبناک ہو کر فرمایا ”تو نہایت ظالم بیچا ہے۔ اس کو حد شرعی کا مستحق ثابت کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے جو اب ممکن نہیں ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے ایک عورت پر حد جاری کی گئی جس نے چوری کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: ”کہ تم لوگوں کو اعراض و چشم پوشی سے کام لینا چاہیے۔ کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمہیں بخش دے۔“

بعض اوقات ایک ہی جرم مجرموں کے اختلاف کی حیثیات کے لحاظ سے ان کو مختلف سزاؤں کا مستوجب قرار دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس نکتہ سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے۔ ایک دفعہ ان کو اطلاع دی گئی کی مسیلہ کذاب کے قبیعین میں سے کچھ لوگ اب تک موجود ہیں جو اس کو رسول خدا کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے چند سپاہی بھیج کر ان کو گرفتار کر دیا اور سب کی توبہ قبول کر کے چھوڑ دیا۔ لیکن ان کے سرگروہ ابن نواحہ کے لیے قتل کی سزا تجویز کی، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو بولے: ”کہ ابن نواحہ اور ابن اثال دو شخص مسیلہ کذاب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بن کر گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم مسیلہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ”ہاں“ آپ نے فرمایا ”اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔“ اس بناء پر جبکہ وہ اب تک اس کے اس باطل عقیدہ سے باز نہیں آیا ہے اور اب سفیر بھی نہیں ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا پورا کرنا ضروری تھا۔

اسی طرح آپ کے ذمہ خزانہ کے امور بھی تھے۔ جن کو بھی آپ نہایت

انصاف اور ذمہ داری کے ساتھ پورا کر رہے تھے ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو اس زمانہ میں امیر کوفہ تھے۔ انہوں نے بیت المال سے کچھ قرض لیا اور کسی سبب سے کچھ عرصہ تک اس قرضہ کی ادائیگی نہ کر سکے۔ چونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود خزانہ کے مگران بھی تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے سختی سے مطالبے شروع کئے اور کئی بار تقاضا کیا یہاں تک کہ ایک روز تلخ کلامی کی نوبت آگئی وہاں پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ایک بھتیجے بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ ٹھہریے آپ لوگ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور لوگ آپ کو (اقتداء کے لیے) دیکھتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے چھڑی دوڑھکی اور بددعا کے لیے ہاتھ اٹھادیئے اور اللہم رب السموات والارض کہہ کر دعا شروع کی تو فوراً حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بولے ٹھہریے، نیک دعا مانگیے؟ اور بددعا نہ کیجئے، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رک گئے اور کہا کہ اگر مجھ میں اللہ تعالیٰ کا ڈرنہ ہوتا تو میں تمہارے لیے بددعا ضرور کرتا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھ کر چلے گئے۔

ب: اس بات کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپؓ نے فوراً حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو امارت کوفہ سے معزول کر دیا۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قضا وغیرہ کی ذمہ داریاں برقرار رکھیں اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید ابن عقبہ کو کوفہ کا امیر (گورنر) مقرر کیا۔ یہ واقعہ ۲ھ میں پیش آیا۔

اسی طرح آپ کے عہد قضا میں ایک ساحر کا مقدمہ پیش ہوا جس کو ولید بن عقبہ نے بھیجا تھا اور کہلوا یا تھا کہ اگر یہ ساحر ہے تو اس پر کوئی حد جاری ہوگی؟ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ولید سے پوچھا کہ ”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ ساحر ہے؟“ انہوں نے کہا کہ ”لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ ساحر ہے“ حضرت عبداللہ نے ان لوگوں کو بلایا جنہوں نے ولید سے یہ کہا تھا کہ یہ ساحر ہے اور ان سے پوچھا کہ ”آپ لوگوں کو کس طرح پتہ چلا کہ یہ ساحر ہے؟“ وہ لوگ بھی یہ کہنے لگے کہ ”ہمارا گمان ہے کہ یہ ساحر ہے۔“ حضرت ابن مسعود نے اس ساحر سے پوچھا کہ کیا تم ساحر ہو؟ اس نے کہا کہ ”ہاں“ تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ تم جانتے ہو سحر کیا ہوتا ہے؟ کہنے لگا ”ہاں“ اور وہ گدھے پر کود کر دم کی طرف سے سوار ہو گیا یہ دکھانے لگا کہ اب وہ اس کے منہ اور پشت سے نکلے گا۔ جب یہ حضرت ابن مسعود نے دیکھا تو اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ یہ سن کر ولید مسجد کی طرف گئے اور یہ اعلان کروایا کہ ایک ساحر میرے پاس آیا ہے اور وہ جادو کے تماشے دکھا رہا ہے یہ سن کر لوگ ولید کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک جندب نامی شخص دوڑ آیا اور اس نے کہا کہ وہ ساحر کہاں ہے؟ اچانک اس کی نظر اس ساحر پر پڑ گئی اور وہ بھاگ کر اس کے پاس گیا اور اس کو قتل کر دیا، چونکہ یہ حکومت کے معاملات میں مداخلت بیجا تھی۔ اس لیے حضرت ابن مسعود نے اس کو قید کر لیا، اور دربار خلافت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس خط بھیجا اور اس مسئلہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عثمانؓ نے جواب بھیجا کہ معمولی جندب و قحزیر کے بعد اس کو چھوڑ دو اور لوگوں کو سمجھاؤ کہ پھر آئندہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے۔ حضرت عبداللہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اہل کوفہ کو جمع کر کے فرمایا: صاحبو!

صرف شک و شبہ پر کوئی کام مت کرو اور یہ مت کرو کہ عدالت اپنے ہاتھ میں لے کر خود حد و قائم کرنے لگو، ہم خود خطا کار کو قید کریں گے اور سزا دیں گے، یہ ہمارا فرض ہے تم کو اس میں مداخلت بچا کی ضرورت نہیں ہے۔

معزولی

حضرت عثمان غنیؓ کے اخیر عہد حکومت میں جب مختلف سازشوں کا بازار گرم ہوا تو ان سازشوں نے زیادہ دنوں تک حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی زیادہ دنوں تک اپنے عہدے پر برقرار رہنے نہ دیا اور آپ بھی یکا یک معزول کر دیئے گئے۔ معزولی کی خبر نے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنا دیا، احباب، معتقدین، تلامذہ اور اعیان شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمان عزل کی سخت مخالفت اور ناراضگی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے ٹھہر ہوئے کہ آپ کوفہ سے تشریف نہ لے جائیں اور اگر اس کی پاداش میں آپ کو کوئی مصیبت پہنچے گی تو ہم سب اس کو روکیں گے، عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میرے اوپر امیر کی اطاعت فرض ہے اور اگر بالفرض میں امیر کی اطاعت نہ کروں تو ہو سکتا ہے کہ صرف میری وجہ سے کوئی فتنہ و فساد برپا ہو اور میں صرف مسلمانوں کے درمیان فتنہ کا سبب بن جاؤں اور اس کی ابتداء میری طرف سے ہو۔ غرض یہ کہ وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی تدفین میں شرکت

حضرت عبداللہ بن مسعود جب حجاز تشریف لارے تھے تو مدینہ منورہ کے

راستے میں ایک مقام ہے جو ربذہ کہلاتا ہے وہاں پر حضرت ابوذر غفاریؓ کا انتقال ہوا آپ نے وفات کے بعد ان کی تدفین کی۔ اس کا مفصل واقعہ تاریخ طبری میں یوں مذکور ہے کہ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۱ھ کا ہے، جب حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بیٹی سے فرمایا کہ ذرا دیکھو کوئی قافلہ تو نہیں آ رہا۔ بیٹی نے دیکھ کر کہا ابھی تو کوئی قافلہ نہیں آ رہا۔ پھر کچھ دیر گزری ہوگی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو بکری ذبح کرنے اور اس کو پکانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور اس کا گوشت تیار کیا پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی میری موت کے بعد ایک قافلہ آئے گا اور وہ مجھے دفن کرے گا۔ تم ان سے یہ کہہ دینا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ گوشت نہ کھالیں۔ جب کھانا مکمل تیار ہو گیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو ایک دفعہ دوبارہ دیکھنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ کوئی قافلہ تو نہیں آ رہا ہے وہ گئیں اور انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایک قافلہ چلا آ رہا تھا۔ واپس آ کر باپ کو بتایا کہ وہاں ایک قافلہ تو آ رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ میرا منہ قبلہ کی طرف کر دو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی، پھر آپ یہ جملہ ارشاد فرمانے لگے:

﴿بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَ عَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ﴾

اور یہ کہہ کر آپ کی وفات ہو گئی، یہ دیکھ کر بیٹی گھر سے باہر نکل گئیں اور راستہ میں جا کر کھڑی ہو گئیں۔ یہاں تک کہ قافلہ آپ کو دیکھ کر رک گیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ذرا ابوذرؓ سے مل لیں وہ قافلہ والے کہنے لگے کہ وہ کہاں ہیں؟ بیٹی نے ان کو بتایا کہ وہ وہاں رہتے تھے، ابھی ان کی وفات ہو گئی ہے لہذا

آپ ان کے کفن و دفن کا انتظام کر دیں وہ قافلہ فدیت باہی و اُمی (یعنی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں) کہہ کر اتر پڑے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی اس قافلہ کے امیر و کاروان تھے۔ جو کوفہ سے مکہ جا رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کو جب ان کی وفات کا علم ہوا تو آپ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی نعش سے اُپٹ گئے اور رونے لگے اور ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی ادا فرما رہے تھے کہ:

﴿صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم بموت وحده

و بيعت وحده﴾

”اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بالکل سچ ہوئی کہ (ابوذرؓ) اکیلے ہی مرے گئے اور اکیلے ہی حشر کے روز اٹھائے جائیں گے۔“

پھر آپؐ نے ان کو غسل دیا اور کفن وغیرہ پہنا کر نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو وہیں دفن کر دیا۔ جب ان تمام امور سے فارغ ہو گئے اور یہ ارادہ کیا کہ دوبارہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائیں تو حضرت ابوذرؓ کی صاحبزادی بولیں کہ میرے والد ابوذرؓ نے مجھ سے قبل از وفات کہا تھا کہ ”ان قافلہ والوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور ان کو قسم دے کر یہ کہنا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ کھانا نہ کھا لیں“ آپ حضرات نے ان کی بات فوراً مان لی اور کھانا کھا کر فوراً روانہ ہو گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوذرؓ غفاریؓ کی وفات کی اطلاع دی اور حضرت ابوذرؓ کی مٹی چونکہ رتہ میں اکیلی رہ جاتیں اس لیے ان کو اپنے ساتھ

لے آئے تھے اور ان کے اہل خاندان سے ملایا تھا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عمرہ سے فراغت حاصل کر کے مدینہ منورہ جا کر مقیم ہو گئے اور بقیہ قافلہ جو صرف آپؓ کو مدینہ طیبہ چھوڑنے آیا تھا واپس کوٹہ چلا آیا۔

علامت پھر وفات

۳۲ھ میں جب آپؓ کا سنہ مبارک ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ”خدا مجھے آپؓ کی آخری زیارت سے محروم نہ کرے۔ میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپؓ سامنے حاضر ہیں۔ اسی حالت میں ارشاد ہوتا ہے ”ہن مسعود میرے بعد تمہیں بہت تکلیف پہنچائی گئی ہے آؤ میرے پاس چلے آؤ“ حضرت عبداللہؓ نے جب اس شخص سے یہ سنا تو فرمایا کہ ”خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے“ بولا ”ہاں“ فرمایا ”تم میرے جنازہ میں شریک ہو کر بنی مدینے سے کہیں جاؤ گے۔“

یہ خواب چند ہی روز میں حقیقت میں بدل گیا اور آپؓ اس طرح بیمار ہوئے کہ لوگوں کو آپؓ کی زندگی سے مایوسی ہو گئی، امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آخری لمحات حیات میں عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس طرح گفتگو شروع فرمائی!

حضرت عثمانؓ!

آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟

حضرت عبداللہؑ!

اپنے گناہوں کی!

حضرت عثمانؓ!

آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت عبداللہؑ!

خدا کی رحمت!

حضرت عثمانؓ!

آپ کے لیے طیب بلاؤں؟

حضرت عبداللہؑ!

مجھے طیب نے ہی بیمار کر ڈالا!

حضرت عثمانؓ!

آپ کا وظیفہ جاری کروں؟

حضرت عبداللہؑ!

مجھے اس کی ضرورت نہیں!

حضرت عثمانؓ!

آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا؟

حضرت عبداللہؑ!

کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج اور فقیر ہو جانے کا خطرہ ہے؟

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۃ الواقعة پڑھ لیا کریں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات سورۃ واقفہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا۔

لیکن ابن مذکور و سوال و جواب کا حاصل یہ نہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ دونوں کے دل صاف نہ ہوئے تھے، بلکہ طبقات ابن سعد میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات سے قبل دونوں نے ایک دوسرے سے دل صاف کر لیا تھا اور جو معمولی رنجشیں تھیں وہ دور ہو گئی تھیں۔

وفات

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب سفر آخرت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن الزبیر کو بلایا اور اپنے مال و اسباب اور اولاد نیز خود اپنی پیغمبر و مخالفین سے متعلق مختلف وصیتیں فرمائیں اور ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر پا کر ۳۲ھ میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مستند اور صحیح روایت کے مطابق نماز جنازہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے برابر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

۱۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۷۔ ج طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۰۔ طبع فی بیروت۔ ج طبقات ابن سعد باب

ذکر ما أوصی بہ ابن مسعود ص ۱۵۹۔ مطبوعہ بیروت۔

اولاد

آپؑ کے دو بیٹے عبدالرحمنؓ اور ابو عبیدہؓ ہیں اور آپؑ کی بیٹیاں بھی ہیں جبکہ آپؑ کی زوجہ کا نام زینب ثقفیؓ ہے۔ آپؑ کے ایک پوتے ہیں جن کا نام قاسم بن عبدالرحمنؓ ہے۔

روایت حدیث

آپؑ سے روایت حدیث مندرجہ ذیل افراد نے کی ہے جن میں آپؑ کے خاندان کے افراد "عبدالرحمنؓ، ابو عبیدہؓ، عبداللہ بن عتبہ ابن مسعود، عتبہ ابن مسعود (یہ آپؑ کے بھائی ہیں) اور زینب ثقفیؓ" ہیں اور صحابہ میں سے "حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابو رافعؓ، حضرت ابو شریحؓ، حضرت ابوسعیدؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو خلیفہؓ، حضرت ابو امامہؓ، حضرت ابو طفیلؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمران بن حصینؓ ہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضاءم۔

اور تابعین میں سے علقمہؓ، ابو الاسودؓ، مسروقؓ، ربیع بن خثیمؓ، شریح القاضیؓ، ابو وائلؓ، زید بن وہبؓ، زین خیشؓ، ابو عمرو الشیبانیؓ، عبیدہ بن عمرو السلمانیؓ، عمرو بن میمونؓ، عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰؓ، ابو عثمان النخعیؓ، حرث بن سوادؓ، ربیع بن حراشؓ، ابو عبدہم لرحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپؑ کی متفق علیہ حدیثیں صحیح بخاری اور مسلم شریف کی چوتھ ہیں اور اس کے علاوہ ایسی روایتیں جو صرف بخاری میں آئیں ہیں۔ اور جو صرف مسلم میں ہیں وہ ۳۵ حدیثیں ہیں۔

﴿مناقب﴾

زہد و تقویٰ

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طور و طریق، بیعت اور سیرت کے اعتبار سے بہت مشابہت رکھتے تھے اسی طرح حضرت علقمہؒ جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے شاگرد خاص تھے۔ وہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بہت مشابہ تھے۔

حضرت ثوریاؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں اس وقت سے کبھی چاشت کے وقت نہیں سویا۔

حضرت زہر بن حبیشؒ جو حضرت ابن مسعودؓ کی احادیث کے رواۃ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ عموماً پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن ابن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ ابن مسعودؓ سے کم روزہ رکھتے نہیں دیکھا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا کہ میں عموماً نماز کو اختیار کرتا ہوں بنسبت روزہ کے، کیونکہ میں جب روزہ رکھتا ہوں تو نماز سے ضعف ہو جاتا ہے۔

حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمرؓ

فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک نحیف اور بے پتلے سے آدمی آئے حضرت عمرانؓ کو دیکھتے رہے اور پھر لا الہ الا اللہ پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ایسا برتن ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے یہ ایسا برتن ہے اسلحہ (یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا) جب ہم نے غور سے دیکھا تو وہ عبداللہ بن مسعود تھے۔

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لائے (ان دنوں حضرت عبداللہ کوفہ میں تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ کے کچھ دوست آئے تو حضرت علیؓ نے بغرض امتحان حضرت ابن مسعود کے متعلق ان سے کچھ استفسار کیا۔ انہوں نے تعریف کی اور کہا کہ ہم نے کسی شخص کو ان سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور معلم اور بہترین ساتھی نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں بھی وہی بات ان کی تعریف میں کہوں گا جو آپ لوگوں نے کہی یا اس سے زیادہ تعریف کروں گا، کیونکہ انہوں نے قرآن مجید پڑھا اور اس کے حلال کو حلال کیا اور حرام کو حرام۔ دین میں آپ بہت بڑے فقیہ بھی ہیں اور سچ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے عالم بھی ہیں۔

روایت حدیث میں حد درجہ احتیاط

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرتے ہوئے اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ کبھی "قال رسول اللہ" یا "سمعت رسول اللہ" (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا) نہیں فرماتے۔ بلکہ ہمیشہ "عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کر کے بیان فرماتے

یعنی اس حدیث کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ غلطی سے ان کے منہ سے "قال رسول اللہ" نکل گیا، تو اس خوف سے کہ کہیں اس قول کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نہ ہو جائے فوراً گھبرا گئے اور جس عصا پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ متزلزل ہو گئی اور آپ کا چننے لگے، اور ایک روایت میں ہے کہ فوراً آپ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا "ابو نوحوذا او شبہ ذا" یعنی حضورؐ نے یا تو یہ بات کہی ہے یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور بات کہنا ہے۔

اندازِ تقریر

آپ کا اندازِ خطاب اس قدر دلی نشین تھا کہ کسی شخص کا دل اچاٹ نہ ہوتا بلکہ جب آپ خاموش ہوتے تو سب کا یہ جی چاہتا کہ آپ اور زیادہ بیان کریں۔ حضرت عبداللہ ابن مرداسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ ہر جمعرات کو خطاب کیا کرتے تھے اور خطاب کے دوران جب آپ خاموش ہوتے تو ہماری خواہش ہوتی کہ آپ اور زیادہ تقریر فرمائیں۔

ایک دن حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خطاب کیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو خطاب کے لیے کہا گیا۔ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی تھوڑی دیر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کم خطاب کیا۔ پھر حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اب تم خطاب کرو تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی تھوڑی دیر تقریر کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے کسی اور کو حکم دیا کہ تم تقریر کرو۔ پھر ان کو خاموش کر کے حضور علیہ السلام

نے حضرت ابن مسعود کو تقرر کرنے کے لئے فرمایا۔ آپ کھڑے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ رَبُّنَا وَإِنَّ الْإِسْلَامَ دِينُنَا
إِنَّ الْقُرْآنَ أَمَانَتُنَا وَالْبَيْتَ قِبْلَتُنَا وَإِنَّ هَذَا نَبِيُّنَا
(وَأَوْمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) رَضِينَا مَا رَضَى
اللَّهُ لَنَا وَرَسُولَهُ وَكَرِهْنَا مَا كَرِهَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالسَّلَامُ
عَلَيْكُمْ﴾

”اے لوگو! بے شک اللہ عز و جل ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا
دین ہے اور قرآن ہمارا امام ہے اور بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے۔
(اور حضور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ ہمارے نبی ہیں، ہم
اس سے راضی ہیں جس پر ہمارا اللہ اور ان کا رسول راضی ہو اور
ہمارے نزدیک وہ چیز بری ہے جو ہمارے اللہ اور رسول کے
ز نزدیک بری ہے۔ والسلام علیکم۔“

حضور علیہ السلام نے ان کی تقریر سن کر فرمایا کہ ابن مسعود نے ٹھیک کہا اور
فرمایا:

﴿رَضِينَا بِمَا رَضَى اللَّهُ لِأُمِّنِي وَأَبْنِ أُمِّ عَبْدِ وَكَرِهْنَا مَا
كَرِهَ اللَّهُ لِأُمِّنِي وَأَبْنِ أُمِّ عَبْدِ﴾

”میں اس بات سے راضی ہوں جو اللہ نے میری اُمت اور ابن
ام عبد (عبد اللہ ابن مسعود) کے لیے پسند کی ہو اور اس بات سے

ناراض ہوں جو اللہ نے میری امت اور ابن ام عبد کے لیے ناپسند
کی ہو۔“

حضرت شعیب فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہر جمعرات کو وعظ
کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن (یعنی اے
عبد الرحمن کے والد، یہ بھی آپ کی کنیت ہے) اگر آپ روزانہ وعظ و تذکیر کیا کریں تو
ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے روزانہ وعظ
کہنے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ کہیں تم لوگ اکتانہ جاؤ اور میں تمہارے لیے وعظ
کا موقع تلاش کرتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وعظ کرنے کے
لیے موقع کی تلاش میں رہتے اس ڈر سے کہ کہیں ہم لوگ حضور علیہ السلام کے وعظ و
تذکیر سے اکتانہ جائیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ آپ اتنے زیادہ روتے تھے کہ میں
نے آپ کی آنکھوں میں رونے کے سبب دو کالے کالے نشان دیکھے۔

ایک دفعہ حضرت ابن مسعود نے ایک شخص کو دیکھا جو ازار (تہبند) نختوں
سے نیچے باندھا ہوا تھا تو آپ نے اس کو تادیباً کہا کہ ازار اوپر کر لو، اس کے جواب
میں اس نے کہا کہ تم بھی تو ازار اور چڑھا لو، بولے میری ٹانگیں ڈبلی ہیں اور میں
امامت کرتا ہوں (تو نظر آتی ہیں) یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلی تو فوراً اس
شخص کو درے مارے اور فرمایا کہ کیا تو ابن مسعود کی تردید کرتا ہے۔

صحیفہ غلام بن مسعود : علامہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع

بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۲۶ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن ایک کتاب نکال کر لائے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ خود حضرت عبداللہ ابن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جو حضرات اہل فتویٰ تھے وہ یہ ہیں، حضرت عمرؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، ابی ابن کعبؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ۔

حضرت ابراہیم نخعیؓ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "قرآن شریف کی اس آیت کا مصداق ہم انھارہ اشخاص تھے" الذین استجابوا للہ والرسول۔ ۱

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو اپنی یادداشت سے قرآن کریم کے نسخے لکھواتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اٹھ کر بہت غصہ ہوئے پوچھا وہ کون ہے؟ اس شخص نے بتایا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ، یہ سن کر حضرت عمرؓ مطمئن ہوئے اور فرمایا کہ میں اس کام کے لیے اس شخص سے زیادہ مستحق کسی کو نہیں سمجھتا۔ ۲

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نماز میں بیٹھے (یعنی جلسہ کرتے) تو یہ پڑھا کرتے تھے

بِسْمِ اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ قَبِلْ عِبَادَةُ السَّلَامُ غُفَى جِبْرِئِلْ

السَّلَامُ عَلَى مِيكَائِيلِ السَّلَامُ خَلِي فُلَانِ السَّلَامُ غُفَى

۱۔ درس ترمذی ابوالدین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی ص ۳۰۰ ج ۱۰ جامع بیان العلم وفضلہ اس ص ۷۰ (من

مطبوعات مصر) ج ۱ ابن سعد بن زبیر ص ۱۳۰ ج ۱۰ اعلام النبلاء ص ۳۰۹ (طبع ۱۳۰۵ھ)۔

فَلَانِ۔ ﴿﴾

ایک دفعہ حضورؐ نے سُن لیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے (یعنی اللہ کی ایک صفت سلام ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں جب اللہ تعالیٰ خود ہی ہمیشہ سلامتی والے ہیں تو ان پر سلامتی کی دعا بھیجنا کیسے درست ہوگا؟) اس لیے فرمایا کہ نماز میں جلسہ کے وقت یہ دعا پڑھا کرو:

﴿الشَّحِيحَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالْعَلِيَّاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ
اللَّهِ الصَّالِحِينَ﴾

جب بندہ یہاں تک پڑھے گا تو تمام اللہ کے بندوں کے لیے چاہے وہ زمین میں ہوں یا آسمان میں سلامتی کی دعا ہوگئی، اس کے بعد یہ پڑھو:

﴿اشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ﴾

اس کے بعد بندہ کو اختیار ہوگا جو دعائیں مانگنا چاہے مانگ لے گا۔

قرأت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال میں ایک سال پورا قرآن شریف جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سناتے تھے لیکن جس سال حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی اس سال حضورؐ نے جبرائیل امین کو دو مرتبہ قرآن مجید سنایا تھا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرأت وہی سب سے آخری قرأت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جبرائیل امین کو سنائی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت شقیقؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ”میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سے کچھ زیادہ سورتیں پڑھی ہیں اور خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس بات کو جانتے ہیں کہ میں حضورؐ کے ان صحابہ میں سے ہوں جو سب سے زیادہ قرآن کریم کے عالم ہیں اگرچہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔“ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی دوران مجلس میں میں نے بھی بیٹھا تھا اور میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اس قول کے جواب میں لوگ کیا کہیں گے لیکن میں نے آپ کی بات کے رد میں کسی کو کچھ کہتے نہیں پایا۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

﴿تُخَذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ

وَسَالِمٍ وَمَعَاذٍ وَابِي بْنِ كَعْبٍ﴾

”قرآن کریم کی تعلیم چار آدمیوں سے حاصل کرو، عبداللہ ابن

مسعود، سالم ابن مقل، معاذ ابن جبل اور ابی ابن کعب رضی اللہ

عنہم۔“

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حمص میں تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے سورۃ یوسف کی تلاوت کی تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ اس طرح نازل نہیں ہوئی۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ”میں سورۃ یوسف حضور علیہ السلام کو سنا بھی چکا ہوں اور اسی طرح سنا کی تھی۔“ وہ بولا کہ پھر ٹھیک ہے! اس وقت حضرت ابن مسعودؓ کو اس

عقلہ الخافہ فی فتح البانی ج ۹ باب الثرۃ من اصحاب النبی علیہ السلام، حدیث نمبر ۵۰۰۰۔ ۲ بیضا حدیث

کے منہ سے شراب کی بو محسوس ہوئی اور آپ نے سمجھ لیا کہ اس نے یہ بات نشہ میں کہی ہے چنانچہ آپ نے اس کو پکڑا اور کہا کہ ”شراب پی کر نشہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلاتا ہے۔“ اور اس پر شراب کی حد نافذ کی۔

حضرت مسروق سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ”اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں کوئی سورت ایسی نہیں کہ جس کے بارے میں میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہے اور اس شخص تک میری سواری پہنچ سکتی ہے تو میں فوراً اس سواری پر سوار ہو کر روانہ ہو جاؤں۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے سامنے قرآن مجید پڑھو، میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کے سامنے کیسے پڑھوں؟ حالانکہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس وقت اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں۔ اس پر آپ نے سورہ نساء پڑھنا شروع کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں پڑھتا رہا یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ

هَئُولَا، شَهِيدًا﴾ (الآیۃ)

تو میں نے دیکھا کہ سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کے زخماں مبارک پر آنسو

پک رہے تھے۔

حضرت زرار بن حبشؓ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لارہے تھے اور آپؐ کے دونوں جانب حضرت ابو بکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں سورہ نساء کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ سورہ نساء متواتر پڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ دو ختم ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ

﴿مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًا كَمَا نَزَلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى

فِرَاقِ ابْنِ أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ﴾

”جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ قرآن کو تروتازہ حالت میں پڑھے یعنی جس طرح اس کا نزول ہوا تھا تو وہ ابن ام عبد (یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی) کی قرأت کے طرز پر پڑھے۔“ پھر آپؐ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”سَلِّ نَفْطَةً“ یعنی مانگ تجھے دیا جائے گا۔ یہ کلمہ آپؐ نے دوسری بار فرمایا اس وقت حضرت ابن مسعودؓ یہ دعا مانگ رہے تھے:

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَ نَعِيمًا لَا يَنْفَدُ وَ

مِرَافَقَةً نَبِيٍّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَعْلَى حَنَةِ

الْجَلَدِ﴾

”اے اللہ میں آپؐ سے ایسا ایمان جو کبھی رو نہ ہو اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہو طلب کرتا ہوں اور آپؐ سے آپؐ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ہمیشہ قائم رہنے والی جنت کے اعلیٰ مراتب کے ساتھ طلب کرتا ہوں۔“

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرات ابن مسعود کو دعا کی قبولیت کی خوشخبری دینے کے لیے جلدی سے دوڑے لیکن حضرت ابوبکر حضرت عمرؓ پر سبقت لے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحمت بھیجے۔ میں نے جب کسی خیر کا ارادہ کیا ہمیشہ ابوبکرؓ مجھ سے سبقت لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر گناہ نہیں“

﴿يُجَنَّبُ فِيهَا طَعِيمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔﴾

”اس میں پہلے جو کچھ کھا چکے جبکہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے

اور نیک عمل کئے پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے

اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ نیکی کرنے والوں کو۔“

(سورہ نائدہ آیت ۹۳، ترجمہ ماخوذ از معارف القرآن)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ یہ آیت جن لوگوں کے بارے

میں اُتری ہے تم بھی ان میں سے ہو۔ (رواہ مسلم و احمدی)

ایک شخص نے حضرت ابوسویٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے میراث کا ایک مسئلہ

پوچھا کہ عورت مرگنی اور اس کے وارثوں میں ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہیں تو

میراث کس طرح تقسیم کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اس کے مال کا آدھا حصہ بیٹی کو دے دو اور آدھا بہن کو دے دو اور کہا کہ اگر میری بات کی تصدیق چاہیے تو ابن مسعود کے پاس جاؤ، وہ بھی میری بات کی تائید کریں گے۔ وہ ابن مسعود کے پاس گئے اور ان سے اس مسئلہ کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مسئلہ کا یہ جواب بتایا کہ آدھا بیٹی کو اور آدھا بہن کو دے دیا جائے، تو اس پر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ اگر میں ان کے اس جواب کی تصدیق کر دوں تو یقیناً ایسا گمراہ ہوں گا کہ بعد میں ہدایت بھی حاصل نہ ہوگی۔ میں اس میں وہی فیصلہ کروں گا جو اسی طرح کے معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا تھا کہ اس کے مال کے کل چھ حصے کر کے اس میں سے تین حصے بیٹی کو دے دیئے جائیں اور پوتی کو چھٹا (یعنی چھ میں سے ایک حصہ) دیا جائے (اس طرح کل چار حصے ہوں گے) اور دو تہائی مکمل ہو گیا۔ باقی رہے دو حصے وہ بہن کو دے دیئے جائیں۔ وہ آدمی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو ابن مسعود کا جواب بتایا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”جس وقت تک یہ عالم تمہارے درمیان ہیں (یعنی حیات ہیں) مجھ سے کسی قسم کا سوال مت کرنا“

(رواہ ابوداؤد الترمذی والنسائی وابن ماجہ والدارقطنی)

حضرت زینبؓ جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی زوجہ ہیں، فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! خوب صدقہ کیا کرو، اگرچہ تمہارے اپنے زیورات سے ہی کیوں نہ ہو۔“ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر ۳۳۲۰۔ حج جامع البیہود ج ۹ ص ۴۹ صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۲۵۹ ص ۱۹۱۰۔

اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں گھر لوٹی اور میں نے عبداللہ (ابن مسعودؓ) سے کہا کہ آپ تو جھگ دست آدمی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا ہے، بس آپ جائیں اور ان سے پوچھیں کہ اگر میری بیوی بچے بجائے کسی اور کے مجھے صدقہ دے دیا کرے تو کافی ہے؟ یا صدقہ میرے علاوہ کسی اور کو دے؟ حضرت نے منب فرماتی ہیں کہ اس کے جواب میں عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ "بلکہ تم جاؤ اور یہی سوال پوچھنا۔" حضرت نے منب فرماتی ہیں کہ میں یہ سوال پوچھنے کے لیے روانہ ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ایک انصاری عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر کھڑی ہے اور وہ بھی یہی سوال پوچھنا چاہتی ہے جو میرا سوال ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ہیبت ڈال دی تھی اس وجہ سے ہم دونوں باہر کھڑے تھے۔ اتنے میں (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر نکلے تو ہم نے ان سے کہا کہ جاؤ اور حضور کو بتاؤ کہ دو عورتیں آپ کے دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ پوچھتی ہیں کہ زوجین (میاں بیوی) کا آپس میں ایک دوسرے کو صدقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا ایسے متمیم بچوں کو صدقہ دینا جو ان کے زیر کفالت ہوں؟ اور حضور علیہ السلام کو یہ مت بتانا کہ ہم کون ہیں؟ آپ فرماتی ہیں کہ بلال حضور کے پاس گئے اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو حضور نے فرمایا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ایک عورت تو انصاری کی ہے اور دوسری نے منب ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ہٰی السبائب؟﴾ یعنی "زینبوں میں سے کون سی زینب؟" بلالؓ بولے کہ وہ زینب جو عبداللہ (ابن مسعودؓ) کی بیوی ہے۔ حضور نے اس مسئلہ پر جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان دونوں

(یعنی زینب اور عبد اللہ ابن مسعودؓ) کے لیے دواجر ہوں گے، ایک تو قرابت داری کا
اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر ہے (صحیح مسلم، بخاری)

مسئلہ

لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ کہ زوجین ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے
ہیں، صرف حضرت ابن مسعود اور ان کی اہلیہ کے لیے خاص ہے؟ یا تمام اُمت کے شوہر
اور بیویاں ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ
اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے کو زکوٰۃ اور صدقہ نہیں دے سکتے۔ اصل
میں ان کے نزدیک یہ حکم صدقات واجبہ اور زکوٰۃ کا ہے جہاں تک صدقات نافلہ کا
تعلق ہے دو زوجین کے لیے ایک دوسرے کو صدقہ دینا جائز ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث
میں ہے باقی رہی یہ بات کہ صدقات واجبہ یا زکوٰۃ کا یہ حکم کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ زوجین ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں
دے سکتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں عبد اللہ ابن
مسعود اور چار افراد اور تھے، ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین نے آپؐ سے یہ کہا کہ
اگر آپ ان کو (یعنی یہ صحابہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے) اپنے پاس
سے بٹا دیں تو ہم آپ پر اسلام لانے کے لیے حاضر ہو جائیں گے کیونکہ ہمیں اس
بات سے شرم آتی ہے کہ ہم بھی ان (خستہ حال) لوگوں کی طرح آپؐ کے تابعین میں
سے ہو جائیں تو یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو اللہ تعالیٰ نے

چاہا ہوگا وہی آیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات اُتاریں۔

وَلَا تَقْطِرْهُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ
وَجْهَهُ ط مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ
حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ۔

فَقَطَّرْهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَ كَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنَا أَلَيْسَ
اللَّهُ بِأَعْلَمَ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱﴾

”اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالے جو صبح و شام اپنے
پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے صرف اللہ کی رضا ہی کا
قصد کرتے ہیں اور ان کا حساب ذرا بھی آپ کے ذمہ نہیں اور
آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں
ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ہو جائیں گے اور (ہم
نے مومنوں کو غریب، کافروں کو رئیس بنا رکھا ہے جو بظاہر
بمقتضائے قیاس بعید ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) اسی طور پر ہم
نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ
لوگ کہا کریں، کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا، کیا نہیں
ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنے والوں کو۔“

(ماخوذ از معارف القرآن)

۱۔ تفسیر الجلالین سورۃ النعام آیت ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید بخار تھا، میں نے ہاتھ سے حضور کے بدن کو چھوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ آپ کو تو بہت شدید بخار ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جی ہاں میں اتنے شدید بخار میں مبتلا ہوں جتنا تم دو آدمیوں کا بخار ہوتا ہے۔" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ اس وجہ سے ہے تا کہ آپ کو دو آدمیوں کے جتنا بخار کا اجر ملے (یعنی دو گنا اجر ملے)" اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اور پھر فرمایا کہ کوئی بھی مسلمان جس کو مرض کی وجہ سے تکلیف پہنچے یا بغیر مرض کے ویسے ہی کوئی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے سبب اس کے گناہوں کو کم کر دیتے ہیں جس طرح درخت کے پتے گرتے رہنے سے درخت کم ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت شقیقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیمار ہوئے۔ ہم لوگ عیادت کے لیے گئے تو آپ رونے لگے، لوگوں نے (یہ گمان کر کے کہ وہ بیماری کی تکلیف اور اپنی زندگی کی وجہ سے رورہے ہیں) اس پر ناگواری کا اظہار کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہیں رورہا ہوں کیونکہ میں نے تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بیماری گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے، میں صرف اس لیے رورہا ہوں کہ میں سستی (یعنی بڑھا پے) کی حالت میں بیماری میں مبتلا ہوا، قوت (یعنی جوانی) کی حالت میں یہ بیماری مجھے نہ آئی کیونکہ بندہ

ع مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۳۔

عہ آپ ایک بہت ظلیل القدر تابعی گزرے ہیں آپ کا پورا نام شقیق بن مسلمہ ہے۔

کے لیے بیماری کے بعد اعمال کا وہی اجر نکھا جاتا ہے جو بیماری سے پہلے اعمال کا اجر ہوتا ہے۔ (یعنی اگر جوانی میں بیمار ہوتا تو مجھے ان اعمال کا اجر ملتا جو میں جوانی میں کیا کرتا تھا اور جوانی میں اعمال زیادہ کرتا تھا، اس لیے اجر بھی زیادہ ہوتا، بوجھاپے میں چونکہ زیادہ اعمال نہیں کر سکتا، اس لیے بیماری میں اجر بھی کم ہوگا۔) (رزین)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام آیا اور میں نے دور کھتیں پڑھ کر یہ دعا کی کہ مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرمادیں، پھر میں کچھ لوگوں کے پاس گیا اور وہاں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک بوڑھے سے آدمی آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا "ابوالدرداءؓ" میں نے کہا کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے جلیس صالح عطا فرمائیں اور اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا تمہارے پاس ابن ام عبد (یعنی ابن مسعودؓ) نہیں ہیں جو حضورؐ کے جوتے اٹھانے والے اور حضور کے صاحب الوسادۃ (یعنی تکیہ والے) اور صاحب الطہرۃ (یعنی حضور کو وضو کرانے والے اور وضو کے پانی کے برتن کو اپنے ساتھ رکھنے والے) ہیں۔" (بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ "علم چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو۔ وہ چار یہ ہیں۔ عمو میرابی الدرداء، سلمان، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے اور بعد میں اسلام لائے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت عبداللہ بن سلام

کے بارے میں حضورؐ سے یہ سنا کہ عبداللہ بن سلام بخت کے دس لوگوں میں دسویں ہوں گے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بر نبی کے سات ایسے رفیق ہوتے ہیں جو اسی نبی کے دین کے رقیب بھی ہوتے ہیں اور بہت صالح رفیق ہوتے ہیں۔“ حضورؐ نے فرمایا ”لیکن مجھے ایسے چودہ دیئے گئے ہیں۔ صحابہؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ وہ چودہ کون ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقداد بن اسود۔ (ترمذی)

اتباع سنت کا حال

حضرت عبدالرحمن بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ ”میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریق اور سیرت میں سب سے زیادہ مشابہ ہوتا کہ ہم اس سے علم حاصل کر سکیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ ”ہم سوائے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و طریق و سیرت میں سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کو اس حد درجہ مشابہ نہیں سمجھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام بڑے صحابہ اس بات کو جانتے ہیں کہ“ ابن اُمّ عبد (یعنی حضرت ابن مسعود) وسیلے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں حضرت ابن مسعود کے لیے یہ الفاظ ہیں افر بسم اللہ زلفی یعنی اللہ تعالیٰ کے وہ مرتبہ میں

(بخاری)

زیادہ قریب ہیں سایہ

آخری جنتی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”آخری شخص جو جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا وہ جہنم میں رہنے کے سبب اتنا لاغر ہوگا کہ ایک مرتبہ چلے گا، پھر گر جائے گا، پھر چلے گا، پھر گرے گا، کبھی آگ اس کو اپنی طرف کھینچے گی، جب وہ راستہ پار کر لے گا تو جہنم کی طرف منہ کر کے کہے گا کہ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دلائی اور بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے اب ایسی نعمت عطا کی ہے جو کہ اول و آخر کسی کو ایسی نعمت نہیں دی گئی، یہاں تک کہ اس کو ایک درخت نظر آئے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا اے میرے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کر دیں تاکہ میں اس سے سایہ بھی حاصل کروں اور اس کا رس بھی پیوں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ”اے ابن آدم میں اگر تمہیں یہ نعمت دے دوں تو شاید تم مجھ سے کچھ اور بھی مانگو گے۔“ وہ کہے گا ”نہیں میرے پروردگار“ اور وہ اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کر لے گا کہ وہ اس درخت کے علاوہ کچھ نہ مانگے گا لیکن اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ وہ ان سے دوبارہ کسی دوسری چیز کا سوال کرے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو معذور سمجھیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ اس بندہ کو اگلی چیز دیکھنے کے بعد صبر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا سوال قبول کر کے اس درخت کو اس کے لیے قریب کر دیں گے، وہ بندہ اس درخت کا سایہ بھی لے گا اور اس کے پھلوں کا رس بھی پیے گا، پھر اس کے سامنے ایک اور درخت بلند کر دیا جائے گا۔ جو

پہلے درخت سے بہت اچھا ہوگا، وہ بندہ کہے گا کہ ”اے رب! میں اس والے درخت کا رس پیوں گا، اور سایہ حاصل کروں گا اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔“ اللہ رب العزت فرمائیں گے ”اے ابنِ آدم! کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں اس درخت کے علاوہ آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اب دوبارہ درخت تمہارے قریب کر دوں تو تم مجھ سے دوبارہ کچھ مانگو۔“ بندہ دوبارہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے گا کہ آئندہ میں کچھ نہیں مانگوں گا، بس آپ یہ والا درخت قریب کر دیں لیکن اللہ رب العزت جانتے ہیں کہ اس کو صبر نہیں ہے، اس لیے اس کو معذور سمجھیں گے اور اس درخت کو قریب کر دیں گے، وہ اس سے بھی سایہ لے گا اور اس کا رس بھی پیئے گا پھر ایک اور درخت اس کو نظر آئے گا جو بخت کے دروازہ کے بالکل قریب ہوگا اور پہلے دو درختوں سے بھی بہت اچھا ہوگا، پھر بندہ تڑپ جائے گا اور کہے گا کہ ”اے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کر دیجئے تاکہ میں اس کا سایہ بھی حاصل کروں اور اس کا رس بھی پیوں، اس کے علاوہ میں اور کچھ نہ مانگوں گا، اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائیں گے کہ ”اے ابنِ آدم! کیا تم نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تم اس درخت کے علاوہ اور کچھ نہ مانگو گے، بندہ کہے گا ”جی ہاں“ میرے رب! بس یہ دے دیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے شاید میں اگر یہ درخت تجھ سے قریب کر دوں تو اس کے علاوہ بھی تم مجھ سے آئندہ کسی اور چیز کا مطالبہ کرو گے تو وہ ایک مرتبہ اور وعدہ کرے گا اور کچھ نہ مانگے گا لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ یہ جانتے ہیں کہ اس کو صبر نہیں اس لیے اس کو معذور سمجھیں گے اور اس شخص کو درخت کے قریب کر دیں گے جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا تو اس کو جنتیوں کی آوازیں آئیں گی اور ان آوازوں کو سن کر بندہ پھر اللہ

تعالیٰ سے مخاطب ہوگا اور کہے گا کہ ”اے رب مجھے اس بحث کے اندر داخل کر دیں۔
 اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ”اے رب مجھے اس بحث کے اندر داخل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ
 فرمائیں گے ”اے ابن آدم وہ کیا چیز ہوگی جو تیرے سوالات کو مجھ سے ختم کر دے، کیا
 تو اس پر راضی ہوگا کہ میں تجھے ایک دنیا اور اس کے مثل ایک اور دنیا عطا کروں۔“ بندہ
 کہے گا کہ ”اے رب کیا آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں (کیونکہ میں تو ہرگز اس کے قابل
 نہیں) حالانکہ آپ تمام جہانوں کے پروردگار ہیں۔

یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”کیا آپ مجھ سے
 یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں کیوں ہنسا؟“ لوگوں نے پوچھا کہ ”حضرت آپ کیوں
 ہنسے؟“ تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اس جگہ یہ واقعہ سناتے ہوئے نبی اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم بھی ہنسے تھے اور آپؐ نے صحابہ سے پوچھا تھا کہ مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے
 کہ میں کیوں ہنسا؟ صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے تھے؟ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

﴿مَنْ ضَحِكَ رَنِي حِينَ قَالَ أَسْتَهْزِءُ مِنْي وَإِنَّ رَبَّ

الْعَالَمِينَ﴾

”میں اپنے پروردگار کے ہنسے کی وجہ سے ہنسا تھا چونکہ جب بندہ
 نے کہا تھا کہ اے رب العالمین آپ میرا کیوں مذاق اڑاتے
 ہیں (اس وقت اللہ تعالیٰ ہنسے تھے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا“

﴿إِنِّي لَا أَسْتَهْزِءُ مِنْكَ وَلَكِنِّي عَلِيٌّ مَا أَشَاءُ فَلْيَسِّرْ﴾

”بے شک میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ میں جس چیز پر چاہوں

(رواہ مسلم)

”قادروں ہیں۔“

حضرت زبیر بن جحشؓ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلو کے درخت سے مسواک چکڑ رہے تھے، آپؓ کی چنڈ لیاں دہلی پتگی تھیں، ہوانے آپؓ کو مخالف سمت کی طرف پھیرنا شروع کر دیا، اس پر لوگ ہنسنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کس وجہ سے ہنس رہے ہو؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم ابن مسعودؓ کی چنڈ لیوں کے دبلا پن کے سبب ہنس رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابن مسعودؓ کی یہ دو چنڈ لیاں آخرت کے میزان میں اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم میں سے کسی کو بغیر مشورہ کے امیر مقرر کرتا تو میں ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کو امیر مقرر کرتا۔“

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم میرے بعد صحابہؓ میں سے ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرو اور عمار کی وصیت ہے رہنمائی حاصل کرو اور ابن ام عبد (یعنی ابن مسعودؓ) کے عہد کو مضبوطی سے تھام لو۔“

اور حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں یہ بھی اضافہ ملتا ہے کہ ابن مسعودؓ تم کو جو بھی حدیث بتائیں اس کی تصدیق کرو۔ (ترمذی)

ابو الاحوص عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ ”میں ابو موسیٰ اشعریؓ اور ابو مسعود انصاریؓ (رضی اللہ عنہما) کی مجلس میں حاضر تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت

۱۔ مسند امام احمد بن حنبلؓ ج ۱ نمبر ۶ حدیث نمبر ۴۹۹۱۔ ۲۔ جامع الاصول ج ۹ نمبر ۳۶ فی مناقب ابن مسعود۔

۳۔ مکتلۃ ج ۲ ص ۵۷۸۔

عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوا۔ ان دنوں میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا کیا ابن مسعود نے اپنے جیسا کوئی بھی چھوڑا ہے؟ پھر ابو موسیٰ اشعرنیؓ نے فرمایا ان کی شان تو یہ تھی کہ جب ہمیں حضورؐ کی مجلس سے روکا جاتا تو ان کو اجازت دے دی جاتی اور جس وقت ہم حضورؐ کے پاس سے غائب ہوتے تو یہ اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ (مسلم)

حضرت مسروقؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بیٹھے تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں اس شخص سے اس وقت سے مسلسل محبت کرتا ہوں جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید ان چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ (مسلم)

حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے دعا کر رہے تھے اسی دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور آپ کو دعا مانگتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ اس وقت تم جو چاہے مانگو مل جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ یہ دعا مانگ رہے تھے۔

﴿اللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّوْا نِعْمًا لَا یَنْفَدُوْا مِرَافَقَۃَ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فِیْ اَعْلٰی غُرَفِ الْجَنَّةِ

الْمُخَلَّدِ﴾

”یعنی یا اللہ میں آپ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس میں
 کبھی ارتداد نہ ہو اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہو اور حضور اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبیبِ خالد کے اعلیٰ کمروں میں رفاقت
 طلب کرتا ہوں۔“

اسی قسم کی ایک اور روایت ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تھے، جب انہوں نے حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کا یہ کلمہ سنا کہ ابن مسعود تم اس وقت جو بھی دعا مانگو گے قبول ہوگی تو دونوں
 حضرات بہت تیزی سے بھاگ کر حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے اور ان سے
 پوچھا کہ اس وقت تم کوئی دعا مانگ رہے تھے جب حضور نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا، تو انہوں
 نے وہی مذکورہ بالا دعائیں کہ میں وہ مانگ رہا تھا۔

ایک دفعہ آپ نے تقریر کے دوران فرمایا ”آپ لوگ فی الحال لیل و نہار کی
 راہ گزر رہے وقت کے لیے ہیں جو روز بروز کم ہو رہا ہے اور جس میں تمام اعمال
 محفوظ ہو رہے ہیں۔ موت اچانک آئے گی جس نے اچھا بویا، قریب ہے کہ دور غمت
 کے ساتھ اسے کانے اور جس نے بُرا بویا قریب ہے کہ وہ ندامت کے ساتھ کانے،
 اور کاشکار کو وہی ملے گا جو اس نے بویا۔ کوئی سست اور کاہل شخص محض اپنے نصیب کی
 وجہ سے سہقت نہیں لیجا سکتا اور کوئی حریص محض اپنی آرزوؤں سے وہ نہیں پاسکتا جو اس
 کے مقدر میں نہیں، پس جس کو اچھا دیا گیا تو اس کو اللہ نے دیا اور جس کو بُرا لیا سے بچایا
 گیا تو اللہ ہی نے اُسے بچایا ہے۔ متنی اور پرہیزگار سردار ہیں اور فقہاء و قائد ہیں اور ان
 کی مجلسیں علم میں اضافہ کا باعث ہیں۔“

ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

﴿أَرْضُ بَعَا قَسَمَ اللَّهُ تَكُنْ مِنَ أَغْنَى النَّاسِ وَاجْتَنِبِ
الْمَحَارِمَ تَكُنْ مِنَ أَوْرَعِ النَّاسِ وَادِّ مِنْ مَا افْتَرَضَ عَلَيْكَ
تَكُنْ مِنْ أَعْبِدِ النَّاسِ﴾۔

”جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے، اس پر راضی ہو جاؤ تو تم لوگوں
میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے اور حرام کاموں سے بچو گے تو
تم سب سے زیادہ پرہیزگار و متقی بن جاؤ گے اور ان فرائض و
واجبات کو ادا کرو جو تم پر فرض کیے گئے تو تم سب سے زیادہ
عبادت گزار ہو جاؤ گے۔“

خدا کا خوف اس قدر تھا کہ فرماتے ہیں کہ میں اگر غلے کو بُرا کہوں تو ڈر ہوتا
ہے کہیں میں خود غمناک نہ ہو جاؤں اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، کسی ایسے شخص کو
دیکھوں جو نہ تو دنیا کے کام میں مشغول ہے اور نہ آخرت کے کام میں۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے آخرت کو
مقصود بنایا اس نے دنیا کا نقصان کیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کا
نقصان کیا۔ اے لوگو! باقی رہنے والی آخرت کے مقابلے میں فنا ہونے والی دنیا کا
نقصان برداشت کرلو۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ! افراد پر صحابہؓ کے علم کی انتہا ہوئی ہے۔

حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ (ابن مسعود) حضرت زیدؓ ابن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت امی ابن کعب (رضی اللہ عنہم اجمعین) پھر میں نے ان چھ افراد کے بارے میں غور کیا تو اندازہ ہوا کہ ان سب کے علم کی انتہا دو افراد پر ہوتی ہے۔ ایک حضرت علیؓ، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

خانگی زندگی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے تو باہر ہی سے کھٹکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے تاکہ گھر کے لوگ باخبر ہو جائیں۔

ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”ایک روز حضرت عبداللہ کھٹکھارتے ہوئے اندر آئے۔ اس وقت ایک بوڑھی عورت مجھے گنڈے پہنا رہی تھی۔ میں نے ان کے ڈر سے اس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ عبداللہؓ آ کر میرے پاس بیٹھ گئے اور گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا یہ دھاگرہ کیسا ہے؟“ میں نے کہا گنڈا ہے، انہوں نے اس کو توڑ کر پھینک دیا اور کہا عبداللہ کا خاندان شرک سے بری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ گنڈے شرک میں داخل ہیں۔ میں نے کہا آپ یہ کیا کہتے ہیں میری آنکھیں دکھتی تھیں تو میں غلاں یہودی سے گنڈے لینے جایا کرتی تھی اور اس کے عمل سے سکون ہو جاتا تھا، بوکے یہ سب عمل

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۵۴۔

ع۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس گنڈے پر شرکیہ کلمات پڑتے تھے۔ جیسا کہ آگے یہودی سے گنڈا لینے سے ظاہر ہے۔

شیطانی ہے اور شیطان تمہاری آنکھ میں انگلی چھو دیتا ہے جس سے یہ تکلیف پیدا ہو جاتی ہے اور جب تم اس یہودی سے گنڈ لیکر آتی ہو تو وہ اپنی انگلی ہٹا لیتا ہے اور تکلیف بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بس تمہارے لیے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا کافی ہے کہ:

﴿اَذْهَبِ الْبَاسَ رَبِّ النَّاسِ اَشْفِ اَنْتَ الشَّافِى لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاؤُكَ لَا يُغَادِرُ شَفْعًا﴾ (ابوداؤد)

”خوف دور کر اے پروردگار شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا نہیں دے سکتا، وہ شفاء ایسی ہو جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔“

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے بدن گو نے والیوں اور گدوانے والیوں پر اور بال بچوں نے والیوں پر اور دانشوروں کے درمیان خسن کی خاطر خلا پیدا کروانے والیوں پر۔

یہ بات بنی اسد کی ایک عورت ام یعقوب کو پہنچی تو وہ حضرت عبداللہ کے پاس چلی آئی اور کہنے لگی کہ مجھے پتا چلا ہے کہ آپ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت کی ہے تو حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ میں ان پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور جن کا ذکر کتاب اللہ میں ہے، وہ کہنے لگی کہ

”عورتیں خسن کے لیے اپنے چہروں اور جسم پر سوئی سے کندہ کرنا یا نقش و نگار وغیرہ ہلاتی تھیں۔ اس کو ارد میں ”گودنا“ کہتے ہیں۔ یہاں نچوانے سے مراد چہرے کی بھون اور رخسارہ وغیرہ سے خسن کی خاطر بال نچوانا ہے۔ یہ پہلے زمانہ میں عورتیں خسن کے لیے دانشوروں کو گھس کر دانشوروں کے درمیان خلا کراتی تھیں تاکہ کم عمر معلوم

میں نے تو پورے قرآن کو پڑھ لیا۔ لیکن اس قسم کی عورتوں پر کہیں لعنت کا ذکر نہیں ملا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اگر تو غور سے پڑھتی تو مل جاتا۔ کیونکہ قرآن میں ہے: وَمَا لَكُمْ الرَّسُولَ فَنُحَذِّوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهَوْا (یعنی رسول جس چیز کا امر کریں اس کو تھا م لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ) عورت کہنے لگی، ہاں یہ آیت تو پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مذکورہ افعال) سے منع فرمایا ہے، تو وہ کہنے لگی کہ آپ منع کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی گھر والی (زوجہ محترمہ) خود یہ کام کرتی ہیں، تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جا کر خود دیکھ لو، وہ (حضرت ابن مسعودؓ کی اہلیہ کے پاس) گئی تو اس کو ان افعال میں سے کچھ نظر نہ آیا، تو حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ اگر وہ یہ افعال کرتی ہوتیں تو کبھی ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں۔

(صحیح البخاری۔ ج نمبر ۲، ص ۷۲۵)

علمی لطیفہ

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سفر فرما رہے تھے کہ ایک جماعت سے مد بھیڑ ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پوچھو تو تم کون ہو؟، اس میں حضرت عبداللہؓ بھی تھے۔ آپ نے جواب دینے کے لیے کہلوایا "اقبلنا من الحج العمیق" (یعنی ہم بہت دور دراز سے آئے ہیں) حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ تو حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا "الی البیت العتیق" (یعنی بیت اللہ کی طرف) پھر حضرت عمرؓ نے پوچھوایا کہ قرآن پاک کی کون سی آیت سب سے پر عظمت ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے آدمی سے کہا کہ "آیت الکرسی بلند آواز سے پڑھ کر سنا دو۔ حضرت

عمرؓ نے کہا کہ سوال کرو کہ وہ کون سی آیت ہے جس کے ہر حصے پر عمل ضروری ہے؟
حضرت عبداللہ نے جواب دلویا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ﴾ (آیت ۹۰ سورہ نمل)

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے جامع آیت
کون سی ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دلویا

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
شَرًّا يَرَهُ﴾ (سورہ زلزال آیت ۸۔)

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سوال کرو کہ قرآن مجید کی وہ کون سی آیت ہے جو
کپکپاہینے والی ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دلویا

﴿لَيْسَ بِتَمَارٍ عَلَيْكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مِمَّنْ يَعْمَلْ سُوءًا
يُخْزِيهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا يُصِيرَ إِلَىٰ﴾ (سورہ نساء۔)

(۱) ترجمہ: جب تک اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھائی کرنے کا اور قرابت والوں کے رہنے کا اور منع کرتا
ہے بے حیائی اور نامعقول کام کرنے اور سرکشی سے اور تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یار رکھو (معارف القرآن ج ۵، پ ۱۳
آیت ۱۶۰)۔

(۲) ترجمہ: جو شخص (دنیائے دنیا میں) گناہ برابر کرتی کرے گا وہ اس کو رکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو
دیکھے گا (معارف القرآن ج ۸، پ ۸۰۱، پ ۳۰)۔

(۳) ترجمہ: تم پر امنی تمناؤں سے کام چلتا ہے اور تم اہل کتاب کی تمناؤں سے جو شخص کوئی نیک کام کرے گا وہ اس
کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے ساتھ کوئی یار ملے گا اور نہ کوئی مددگار ملے گا (معارف القرآن ج
۲، سورہ نساء، آیت ۱۳۳، پ ۵)۔

پھر حضرت عمرؓ نے آواز دلوائی کہ دریافت کرو کہ قرآن کی سب سے زیادہ
امید آیت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے جواب دلوایا۔

﴿قُلْ بِعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾
(سورہ زمر آیت ۵۳)

پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کر لیا کہ کیا قافلہ میں عبداللہ بن مسعود ہیں؟
قافلہ والوں نے جواب دیا ”جی ہاں“۔

درس و تدریس

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں ہا قاعدہ حدیث، فقہ اور قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کی درس گاہ میں شاگردوں کا بڑا مجمع رہا کرتا تھا جن میں حضرت علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، حامد، قاضی شریح اور ابو وائل نہایت مشہور تھے، بالخصوص حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد تھے اور ہر چیز میں ان کی اقتداء کرتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کا بیان ہے کہ جس نے علقمہ کو دیکھا اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیا۔

حضرت علقمہؓ کے شاگرد ابراہیم نخعی اور حضرت ابراہیم نخعیؓ کے شاگرد حماد ہیں اور حمادؓ کے شاگرد امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس طرح حضرت امام صاحبؒ

(۱) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے نا امید مت ہو اور بالیقین اللہ تعالیٰ (اسلام کی برکت سے) تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا ہے، بڑی رحمت کرنے والا ہے (معارف القرآن ج ۲، ص ۲۳ سورہ زمر آیت نمبر ۵۳)۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ان کی فقہ میں ۸۰۸ اللہ اعلم بالصواب۔

کا یہ علمی سلسلہ تلمذ حضرت عبداللہ بن مسعود تک اور حضرت ابن مسعود کے واسطے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

﴿اللھم اغفر لی ولوالدی وللمن سعی فیہ وصلی اللہ

علی النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وسلم﴾

محمد عربی انسائیکلو پیڈیا کی غیر معمولی مقبولیت کے بعد ڈاکٹر ذوالفقار کاظم کے شاندار نظم سے قرآن حکیم سے متعلق بھرپور معلومات پر مبنی مستند حوالا جات کے ساتھ سوالا جواب لکھی جانے والی اپنی نوعیت کی سب سے مفصل، مدلل اور قیمتی کتاب۔

قرآن حکیم انسائیکلو پیڈیا

(جس میں مستند جدید علمی موضوعات پر بھرپور معلومات موجود ہیں)

تاریخ قرآن ☆ نزول قرآن میں جمع قرآن ☆ مقامات نزول ☆ اسماء القرآن ☆ انبیائے قرآن ☆ قصص القرآن ☆ علوم القرآن ☆ احکام قرآن ☆ مضامین قرآن ☆ آیات قرآن ☆ قرآنی دعائیں ☆ قرآن اور آسمانی کتب ☆ قرآن اور اقوام عالم ☆ قرآن اور معاشرتی نظام ☆ قرآن کے تراجم و تفسیر ☆ قرآن کا انداز بیان ☆ معجزات قرآن ☆ عجائبات قرآن ☆ قرآن کی پیشگوئیاں ☆ تعلیمات قرآن ☆ قرآن کے بارے میں تاثرات و نظریات ☆ قرآن اور اصحاب المومنین ☆ قرآن اور صحابہ کرام ☆ قرآن اور انسان ☆ قرآن اور فرشتے ☆ قرآن اور جنات ☆ عجائبات قرآنی ☆ معجزات قرآنی ☆ قرآنی ☆ معدنیات قرآنی ☆ قرآن اور کائنات ☆ قرآن اور سائنس ☆ قرآن اور ماحولیات ☆ قرآن اور سیرۃ النبی ☆ قرآن اور صفات النبی ☆ ان کے علاوہ بہت سے دیگر موضوعات

☆ درجی مدارس، سکولوں اور کالجوں کے طلباء، اساتذہ کے لئے مختصر وقت میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ۔

☆ قرآن کو تہ پر دیگر اہم اور دوسرے معلوماتی مقالوں اور اختانات میں شرکت کرنے والے خواجہ مخبر و حضرات کے لئے انتہائی اہم کتاب۔

ناشر: بیت العلوم، ۲۰، ناہید روڈ چوک پرانی انارکلی لاہور ۷۳۵۲۳۸۳



بیت العلم و الخیر
قرآن مجید اور اسلامی کتب کا مرکز